لَنَآ اَعۡمَالُنَا

از

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان

1419ھ / 1998ء

لَنَآ اَعۡمَالُنَا

از

ڈاکٹر غُلام مُصطفٰے خان

1419ھ / 1998ء

شائع کردہ :

اے اے آر پرنٹنگ پریس

کھوکھر محلّہ، حیدرآباد سندھ

Ph: 780728 - 782426 Fax: 782427

مقدمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لَنَآ اَعْمَالُنَا میرا اعمال نامہ ہے۔ یعنی میرے گناہوں اور سیاہ کاریوں کی تفصیل ہے:

خطا شعاری، گناہ گاری، سیاہ کاری، تباہ کاری
یہی ہے بس داستاں ہماری، الٰہی توبہ، الٰہی توبہ

اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں مجھ سیاہ کار پر سخت سے سخت اور نازک مواقع پر بھی ہمیشہ خصوصی فضل فرمایا۔ اس لیے آس لگائے بیٹھا ہوں اور اس کے لیے نہایت عاجزانہ دعا بھی ہے کہ جب اِس لاغر جثّے کو قبر کے چوکھٹے میں مقید کیا جائے تو اُسے اپنی خصوصی رحمت سے محروم نہ رکھا جائے۔

اَنَا الْمُسِیْءُ وَاَنْتَ مَوْلٰی مُحْسِنٌ
ھَاقَدْ اَسَأْتُ وَاَطْلُبُ الْاِحْسَانَا

احقر۔ غلام مُصطفیٰ خان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جبل پور

جبل پور (سی ۔ پی) کے علاقے میں پرائمری کی پانچ کلاسیں ہوا کرتی تھیں۔ پہلی کلاس کو "کچی پہلی" کہتے تھے، چھٹی کلاس سے مڈل اسکول شروع ہوتا تھا۔ میں نے 1923ء میں پانچویں کلاس (شہر میں سب سے اول) پاس کی۔ تو اُسی سال پرائمری کو چار کلاسوں تک محدود کر کے مڈل اسکول کو پانچویں کلاس سے آٹھویں کلاس تک محدود کیا گیا۔ ہائی اسکول میں نویں، دسویں اور گیارھویں کلاسیں تھیں۔ یعنی گیارھویں میٹرک کلاس تھی۔ میں نے 1928ء میں نویں جماعت پاس کی۔ صرف بیس طلبہ تھے۔ اُن میں سے دس پاس کیے گئے: عبدالودود، ریاض الدین، حیدر علی، غلام مصطفےٰ خان، ظہور احمد بیگ، نعیم اللہ خان، غلام حسین، عبدالرشید، محمد اسمٰعیل اور سید محمد سعید۔

دس طلبہ فیل کیے گئے: مزمل حسین، محمد اکرم خان، نعیم الدین، نذیر الدین، سید حامد، معین الکریم، زین العابدین، وحید الحسن، محمد عثمان، عزیز محمد۔ محض اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے مجھے ہر کلاس میں آسانی اور نمایاں کامیابی حاصل رہی۔ 1928ء میں انجمن اسلامیہ ہائی اسکول جبل پور (سی ۔ پی) سے نویں جماعت پاس کی تو میرے بڑے بھائی نذیر احمد خان صاحب نے اپنی محدود تنخواہ کے باوجود مجھے علی گڑھ بھیج دیا۔ وہاں دسویں جماعت میٹرک تھی (جبل پور میں گیارھویں جماعت میٹرک کی ہوتی تھی)۔ دسویں جماعت میں (ٹیسٹ کے بعد) میرا داخلہ ہوگیا۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ میٹرک 1929ء میں اچھے نمبروں سے پاس کیا۔ پھر وہاں 1936ء تک دو ایم اے اور ایل ایل بی کی تعلیم حاصل کی۔

علی گڑھ

میٹرک کے زمانے میں جوبلی ہوسٹل میں قیام تھا۔ گیارھویں اور بارھویں کے زمانے میں مزمل ہوسٹل میں رہا۔ 1931ء میں بی اے کلاس میں داخلہ ہوا۔ اس لیے یونی ورسٹی کے ایس ایس ویسٹ ہوسٹل میں رہنے لگا۔ لیکن چند ماہ کے بعد عثمانیہ ہوسٹل چلا گیا۔ اسی زمانے میں بعض احباب کے ساتھ دولت راؤ سندھیا کے قلعہ کی سیر کو گیا تو شیخی میں آکر اُس کی دیوار سے نیچے کود پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے خیر کی ورنہ بُرا حال ہوجاتا۔ 1933ء میں ایم اے کلاس میں داخلہ ہوا۔ اور کچھ احباب کے ساتھ مارس کورٹ میں رہنے لگا۔ وہاں کے قادیانی وارڈن سے میری نہیں بنتی تھی اس لیے ایک سال کے بعد پھر مزمل ہوسٹل چلا گیا۔ وہاں بقیہ دو سال رہ کر دوسرا ایم اے اور ایل ایل بی پاس کیا۔ اسی زمانے سے کبھی کبھی ڈائری لکھنے لگا۔ یہ ڈائری اسی زمانے کی یادگار ہے اور نامکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزانہ دعا ہے کہ وہ میری ناقص زندگی کو معاف فرما کر اپنے سایۂ رحمت میں جگہ عطا فرمادے۔ آمین۔

سب سے پہلے میں اپنے محسن بھائی نذیر احمد خان صاحب کی پاکیزہ زندگی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ انھوں نے والد صاحب کے انتقال

کے بعد والدہ صاحبہ، بھائیوں اور بہن کی سرپرستی فرمائی اور ایسا کرم فرمایا جیسا کہ ایک مہربان باپ ہی سے متوقّع ہوسکتا ہے۔ پھر تقویٰ اور دین داری ایسی کہ ہر ہر قدم پر شریعت کو مقدّم سمجھا۔ اور اپنی محدود تنخواہ کے باوجود پانچ حج ادا کیے۔ اللہ تعالیٰ اُن پر لاکھوں رحمتیں نازل فرماتا رہے۔ آمین۔ ثم آمین۔

بھائی صاحب کے حج

میرے محترم بھائی نذیر احمد خان صاحب نے پہلا حج والدہ صاحبہ کے ساتھ 1934ء میں کیا تھا۔ کراچی سے سیٹ ملی تھی۔ بمبئی سے نہیں ملی۔ S. S. Islami جہاز کا نام تھا۔ واپسی میں وہ کراچی سے دہلی اور علی گڑھ ہوتے ہوئے جبل پور واپس ہوئے تھے۔ علی گڑھ میں بھائی انتظام الدین صاحب کی والدہ اور خالہ صاحبہ نے اُن کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دی تھی۔

دوسرا حج : مولانا غلام مصطفےٰ صاحب (سگنل مسجد کے پیش امام)، فقیر محمد صاحب (صدر۔ جبل پور) اور قاسم علی صاحب (محلّہ پھوٹاتال) کی معیّت میں کیا۔ 25 جنوری 1937ء کو جبل پور سے روانہ ہوئے۔ مولانا بُرہان الحق صاحب وغیرہ بکثرت لوگ اسٹیشن پر پہنچانے کے لیے گئے۔ کراچی سے 31 جنوری 1937 کو اُسی S.S. Islami جہاز سے روانہ ہوئے۔ حج 21 فروری (اتوار) کو ہوا۔

تیسرا حج انھوں نے 1939ء میں کیا تھا۔ امراؤتی سے وہ 19 دسمبر 1938ء کو بمبئی کے لیے روانہ ہوئے تھے۔ یہ بھی بحری جہاز سے کیا تھا۔ اُن کے ساتھ والدہ صاحبہ، بڑی بھاوج صاحبہ، میری آپا اور اُن کا بچہ محمود علی بھی گیا تھا۔

چوتھے حج کے لیے بھائی صاحب نے کراچی سے 1948ء میں ہوائی جہاز سے سفر کیا تھا۔ اس مرتبہ وہ تنہا گئے تھے۔

پانچواں حج انھوں نے 1953ء میں کیا تھا۔ اُن کے ساتھ بھاوج صاحبہ، بھانجی حمیدن اور راقم الحروف (مع اہلیہ قمر بیگم) وغیرہ تھے۔ بحری سفر تھا، کراچی سے سفر کیا تھا۔ بھائی صاحب کراچی میں دوشنبہ 9 ذی الحج (یوم حج) 1376ھ (8 جولائی 1957ء) کو فوت ہوئے وہ کٹنی (جبل پور) میں پنج شنبہ 27 شوال 1316ھ (9 مارچ 1899ء) کو پیدا ہوئے تھے۔

والدہ صاحبہ یک شنبہ 17 صفر 1376ھ (23 ستمبر 1956ء) کو حیدرآباد میں فوت ہوئیں۔ دوسرے دن اُن کو کراچی میں دفن کیا گیا۔

منجھلے بھائی عبدالرحمٰن خان صاحب کٹنی (جبل پور) میں سہ شنبہ 9 جمادی الآخر 1319ھ (24 ستمبر 1901ء) کو پیدا ہوئے تھے۔ کراچی میں دو شنبہ 9 جمادی الآخر 1383ھ (28 اکتوبر 1963ء) کو وفات پائی۔ انھوں نے ایوت محل (برار) کی پولس میں 10 اپریل 1924ء سے 31 مئی 1945ء تک ملازمت کی۔

سرونج

اکتوبر 1935ء میں قبلہ ماموں مولانا عبدالمجید خان صاحب کے ساتھ جبل پور سے ساگر تک بس میں گیا۔ وہاں سے وہ ریل جو گوالیار کی طرف سے بھوپال کی طرف جاتی ہے اُس میں بیٹھ کر باسودہ اسٹیشن پر اُتر گیا (باموره اسٹیشن بھی قریب ہے) وہاں سے 6 - 7 میل

پر سرونج واقع ہے۔ اسٹیشن پر ایک بوڑھی نجن جی کے تانگے میں بیٹھ کر ہم لوگ سرونج پہنچے اور قبلہ ماموں کپتان محمد ایاز خان صاحب (م 1942ء) کے یہاں قیام کیا۔ وہ میرے بڑے نانا حاجی محمد شہباز خان صاحب (کوتوالِ ٹونک) کے دوسرے صاحبزادے تھے، سب سے بڑے صاحبزادے حافظ محمد شفاعت خان صاحب تھے جو والد صاحب کی وفات کے بعد ٹونک کے کوتوال ہوئے تھے۔ تیسرے صاحبزادے کپتان محمد زمان خان صاحب (م 7 اکتوبر 1935ء) ٹونک ہی میں رہے۔ اُن سے ملنے کے لیے میری والدہ صاحبہ اور بڑے بھائی حاجی نذیر احمد خان صاحب 1925ء میں اجمیر شریف کے عُرس میں شریک ہو کر ٹونک گئے تھے۔ وہ بہت قوی ہیکل تھے۔ انھوں نے بھی حج کیا تھا۔ چوتھے صاحبزادے حافظ محمد امان خان صاحب (م 1942ء) سرونج میں تھے۔ وہ ہر روز تہجّد کے بعد ایک منزل تلاوت کرتے تھے اور قریب ستّر سال تک انھوں نے تراویح پڑھائی تھی۔ اُن سے چھوٹے شاہ زمان خان صاحب تھے جو سرونج کے قریب ایک گاؤں میں مقیم تھے۔

میں سرونج پہنچا تو قبلہ ماموں کپتان محمد ایاز خان صاحب کے بڑے صاحبزادے کپتان محمد الیاس خان صاحب بھی موجود تھے۔ اُن سے چھوٹے عبدالوہاب خان صاحب، سردار علی خان صاحب اور اُن سے چھوٹے ننھے میاں بھی وہیں تھے۔

سرونج کے ناظم جناب صاحبزادہ خلیل الرحمٰن صاحب بہت محبت سے پیش آئے۔ بعد میں ان سے خط و کتابت بھی ہوتی رہی۔ وکیل احمد مرتضیٰ صاحب سے بھی نیاز حاصل ہوا۔ بہت اچھے تاریخ گو تھے۔ مؤرخ بھی تھے۔ صولت شیر شاہی (1352ھ) اُنھی کی تصنیف ہے۔ مسجد کے پیش امام ان کے صاحبزادے حافظ بشیر الدین صاحب، اُن کی والدہ صاحبہ، منشی ہدایت محمد خان (سررشتہ دار)، محمود علی صاحب وغیرہ بہت شفقت سے ساتھ پیش آئے۔ مجھ سے قرآن پاک سُننے کا اُن سب کو شوق ہوا۔ کپتان محمد الیاس خان صاحب کی اہلیہ صالحہ بیگم صاحبہ (جو حافظ محمد شفاعت خان صاحب کی صاحبزادی تھیں) میرا قرآن پاک سُننے کی بہت مشتاق تھیں۔ بار بار مجھ سے تلاوت کراتی تھیں۔ کپتان محمد الیاس خان صاحب بہت شفقت فرماتے تھے۔ آخری دم تک میرے خطوط اُن کی جیب میں رکھے ہوئے تھے۔ اُن کے بھائی سردار علی خان میرے ہم عمر تھے۔ جبل پور میں وہ ماموں عبدالمجید خان صاحب کے یہاں تعلیم کی خاطر آگئے تھے۔ ہم دونوں ساتھ پڑھتے اور ساتھ کھیلتے تھے۔ اُن کا آخری خط مورخہ 20 دسمبر 1992ء مجھے فروری میں ملا تھا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ پاکستان آکر صرف تم کو دیکھنے کا ارمان ہے۔ افسوس کہ وہ نہ آسکے اور 27 اپریل 1993ء کو سرونج میں وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آگرہ

علی گڑھ سے کئی مرتبہ آگرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ ریل سے فاصلہ زیادہ تھا اور راستے میں گاڑی بدلنی پڑتی تھی۔ اس لیے اب ارادہ ہوا کہ سائیکل سے چلیں۔ چنانچہ ممتاز علی اور صلاح بھائی کو ساتھ لے کر 9 نومبر 1935ء کو ساڑھے گیارہ بجے چاندنی رات میں سائیکلوں پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ 53 میل کا سفر طے کر کے علی الصباح آگرہ پہنچے۔ اعتماد الدولہ کے مزار کے قریب مسجد میں فجر کی نماز پڑھی پھر آگرہ میں "بمبئی ستارہ" ہوٹل کے کمرے میں قیام کیا۔ سائیکلیں کمرے میں چھوڑیں اور ریل سے ساڑھے تین بجے سکندرہ گئے۔ پھر رات کو چودھویں شب میں تاج محل دیکھا۔ دوسرے دن فتح پور سیکری گئے۔ واپس آگرہ آئے اور وہاں سے رات کو سائیکلوں پر سوار ہو کر

علی الصباح 12 نومبر کو علی گڑھ پہنچ گئے۔

علی گڑھ کے طلبہ

علی گڑھ میں قیام زیادہ رہا اس لیے بہت سے احباب اور وہاں کے حدود اربعہ سے بھی بہت تعلق رہا ہے۔ احباب ہر مزاج اور ہر مذاق کے تھے۔ نواب محمد اسمٰعیل خان صاحب وہاں ٹریزرر تھے۔ وہ محمد مصطفےٰ خان شیفتہ کے پوتے تھے۔ نہایت شریف، نہایت حسین اور نہایت وضع دار تھے۔ ورزشی بدن تھا۔ اُن کی ٹوپی اور شیروانی کو قائداعظم محمد علی جناح نے اپنالیا تھا۔ نواب صاحب کے صاحبزادے غلام احمد مدنی بے حد ذہین تھے۔ میرٹھ سے میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کے امتحانوں میں سب سے اول پاس ہوئے تھے۔ علی گڑھ میں بھی بی اے کے امتحان میں سب سے اوّل رہے۔ ایم اے میں داخلہ لیا لیکن پھر .I.C.S کے امتحان میں شریک ہوگئے اور پورے ملک میں دوم پاس ہوئے۔ پھر اُن کے بھائی اکرام احمد اور افتخار احمد عدنی نے بھی .I.C.S میں بہت نمایاں کامیابی حاصل کی اور بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ غلام احمد مدنی علی گڑھ میں میرے ہم جماعت تھے۔ انھوں نے ہمیشہ بلکہ آخری وقت تک مجھ سے بہت تعلق رکھا۔ ایک مرتبہ وہ امریکہ سے حج کے لیے پہنچے تھے۔ میں بھی اتفاق سے وہاں پہنچا۔ اُن سے مدینہ منورہ اور مِنیٰ میں بھی ملاقاتیں رہیں۔ پھر کراچی اور حیدرآباد میں بھی انھوں نے ہمیشہ یاد رکھا۔ ایسے شریف لوگ نادر الوجود ہوتے ہیں۔

علی گڑھ میں بعض طلبہ بہت عبادت گذار تھے، بعض بہت سنجیدہ تھے لیکن عمر کا تقاضا تھا اس لیے سنجیدگی کو بالائے طاق رکھ دیتے تھے۔ بھائی عبدالحمید جالندھری سنجیدہ بھی تھے لیکن خلوص و محبت کا پیکر تھے اور آج بھی وہی مزاج ہے۔ بعض طلبہ کو پڑھنے سے بہت کم تعلق تھا۔ ایک صاحب میٹرک میں میرے ساتھ تھے۔ میں دو ایم اے اور ایل ایل بی پاس کرچکا تھا لیکن وہ بی اے ہی کی منزل میں براجمان رہے۔ اُن کا اصول تھا:

ع یعنی آگے بڑھیں گے دَم لے کر

ایک صاحب کو مجھ سے کچھ تلمذ تھا۔ بڑے خاندان سے تعلق تھا اس لیے بڑے کاموں سے زیادہ تعلق رکھتے تھے اور اب بھی وہی حال ہے۔ یونی ورسٹی کورٹ کا الیکشن ہو یا کراچی بار ایسوسی ایشن ہو اُنھیں ہمیشہ سرگرمِ عمل پایا۔

ایک صاحب نے اپنے مضمون میں اپنے بارے میں لکھا ہے کہ میں علی گڑھ میں تیرہ سال رہا لیکن امتحان سے صرف دو مرتبہ "ملاقات" ہوئی۔ شاید وہ بھی سرسری تھی۔

ع سرسری اُن سے ملاقات ہے گاہے گاہے

بعض طلبہ مجھ سے کئی کئی سال آگے تھے لیکن شاید یہ دوری اُنھیں پسند نہیں تھی، اس لیے اطمینان سے فیل ہوتے رہے اور پھر میرے ساتھ ہوگئے۔

علی گڑھ کے حدود اربعہ سے بھی تعلق رہا ہے۔ بلکہ وہاں کے قبرستانوں میں بھی حاضر ہوا ہوں۔ شہر کے پُرانے قبرستان اور عیدگاہ

میں بھی حاضری دی ہے۔ وہاں کے مشہور بزرگ شاہ جمالؒ کے مزار پر کئی مرتبہ گیا ہوں۔ اُن کے قریب ایک حافظ صاحب کا مزار ہے۔ مشہور ہے کہ ان کے قریب بیٹھ کر جو بچہ حفظ کرتا ہے وہ بہت جلد کام یاب ہوجاتا ہے۔

شاہ کمالؒ کا مزار ہمارے بھائی انتظام الدین کے مکان کے ساتھ ہے جو ریلوے اسٹیشن کے مغربی احاطہ سے ملا ہوا ہے۔ برچھی بہادرؒ بھی ایک بزرگ ہوئے ہیں۔ اُن کا مزار کٹھ پلے کے نیچے اور ریلوے لائن کے ساتھ ہے۔ ماموں بھانجے کے مزار شہر میں چوک کے قریب ہیں۔ یونی ورسٹی کا قبرستان منٹو ای کہلاتا تھا۔ اُس میں مولانا محمد علی جوہر کی صاحبزادی آمنہ کا مزار سب سے زیادہ نمایاں ہے۔ لوحِ مزار پر مولانا کا شعر لکھا ہوا ہے:

تیری صحت ہمیں منظور تھی لیکن اُس کو
نہیں منظور تو پھر ہم کو بھی منظور نہیں

جنوبی افریقہ کے دوست ایم آئی عابد بھی وہیں آسودۂ خاک ہیں۔

شیروانی پریس کے قریب عیسائیوں کا قبرستان ہے۔ میں وہاں بھی گیا ہوں۔ ایک قبر پر یہ اشعار کندہ تھے:

I miss you when the morning comes,
I miss you when the night returns,
I miss you here, I miss you there,
I miss my - - - - - everywhere.

سیدھے سادے الفاظ ہیں لیکن بڑے پُر اثر ہیں۔

22 اپریل 1936 کو سسرام (بہار) کے ایک نوجوان سیّد شاہ سُبحان احمد، علی گڑھ سے پیدل گزر رہے تھے۔ وہ حج کے لیے جارہے تھے اور صرف رات کو سفر کرتے تھے۔ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل ادا کرتے تھے۔ دن کو آرام کرتے تھے۔ بھائی عبدالحمید جالندھری کے ساتھ اُن سے ملنے کے لیے راقم الحروف گیا۔ انھوں نے میری ڈائری پر یہ مصرع لکھ دیا:

ع جگر خوں ہو تو چشم دل میں ہوتی ہے نظر پیدا

میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے پیدل سفر کیوں اختیار کیا۔ انھوں نے بتایا کہ میں اپنے مکان کی اوپر والی منزل میں انٹرمیڈیٹ کے امتحان کی تیاری میں مصروف تھا۔ نیچے سڑک سے ایک بوڑھی اماں گزر رہی تھیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا کہ بیٹا، رات اندھیری ہے، مجھے راستہ بتادے۔ میں لالٹین لے کر نیچے آیا۔ بوڑھی اماں کو دور تک راستہ دکھلانے کے لیے چلا، تو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ دنیا کے اندھیرے کے لیے لالٹین کی ضرورت ہے تو قبر کے اندھیرے کے لیے صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔ بس میں اُسی وقت (بغیر تیاری کے) مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوگیا۔ عزیزوں کو پتا چلا۔ وہ میرے پاس آئے بہت سمجھایا کہ تم کو

جہاز سے بھیج دیں گے۔ لیکن میں نے کسی کی نہیں سُنی اور چلنے لگا۔ وہ گھرانے کے رئیس تھے تو عزیزوں نے تھوڑے راستے کے لیے ایک ملازم کا انتظام کردیا۔ وہ دن کو خیمہ لگا دیتا تھا۔ دن میں اسی میں وہ آرام کرتے تھے۔

میں نے ایم اے (فارسی) کا امتحان 1935ء میں پاس کرنے کے بعد دوسرے سال ایم اے (اردو) کا امتحان دیا۔ اس کے ساتھ ایل ایل بی (فائنل) کا امتحان بھی دیا۔ زیادہ پڑھنے کی وجہ سے دماغ پر بوجھ تھا۔ فضل حکیم صاحب ایک بہت نیک دوست تھے۔ اُن کے ساتھ بھائی چودھری عبدالحمید صاحب اور یہ عاجز ایل ایل بی (فائنل) کے امتحان کی تیاری کیا کرتا تھا۔ 1936ء میں اپریل اور مئی کے کئی دنوں تک یہ تیاری ہوتی رہی۔ پھر امتحان میں شرکت کی اور بفضلہ تعالیٰ کام یابی حاصل ہوئی۔

اس امتحان سے پہلے ڈاکٹر سر ضیاءالدین احمد صاحب نے ایل ایل بی فائنل کے طلبہ کی 14 مئی 1936ء کو دعوت دی تھی۔ میں نے تقریر میں بیرسٹر خواجہ محمد اسحٰق صاحب کی شفقتوں کا ذکر کیا۔ سب لوگ خوش ہوئے۔

عزیز دوست انتظام الدین کی خالہ صاحبہ نے خورجہ سے آئی ہوئی تبریزی مٹھائی (28 اپریل کو) کھلائی۔ انتظام الدین کی پرنانی خورجہ کی تھیں۔

29 اپریل 1936ء کو مصر کے شاہ فواد کا انتقال ہوا۔ وہ دینی جذبے کے بادشاہ تھے اور مصر سے انگریزوں کو نکالنا چاہتے تھے۔

یکم مئی 1936ء کو حضرت قاری ضیاءالدین احمد الہ آبادیؒ (م 1952ء) نے میری ڈائری پر یہ نصیحت فرمائی :

"بعد حمد و صلوٰۃ، احقر ضیاءالدین احمد عفرلہ عرض کرتا ہے کہ اللہ پاک سے ہمیشہ ڈرتے رہیں اور اُس کے احکام دل و جان سے بجا لاتے رہیں اور اُس سے ہمیشہ اچھی امید رکھیں۔ فقط"۔

30 اپریل 1936ء کو آل محی الدین ہادی، میٹرک کا امتحان دے کر بالاپور (برار) روانہ ہوئے۔

یکم مئی کو سراج الحق، جبل پور کو روانہ ہوئے۔ 5 مئی کو عبدالحیٔ عباسی (ساگر کو) اور شوکت حسین انصاری (بھوپال کو) روانہ ہوئے۔

12 مئی کو ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالدی (کانگڑ پورہ۔ امراوتی۔ برار) روانہ ہوئے۔

14 مئی کو نام دار خان اور نصراللہ (ناگ پور کو) اور محمد اصغر (آگرہ کو) روانہ ہوئے۔

1936ء میں بعض احباب کے پتے یہ تھے :

(1) محمد اصغر۔ ڈھولی کھار۔ آگرہ

(2) عبدالصمد۔ نمبر 140۔ پولس اسٹریٹ۔ صدر بازار۔ میرٹھ

(3) حافظ محمد حسین۔ موتی چوک۔ جودھ پور

(4) سمیع اللہ خان۔ چتر پاڑا۔ اُترولہ۔ ضلع گونڈہ

(5) شیخ الاسلام معرفت سید حسن صاحب ۔ گلی برّس ۔ دہلی

(6) سردار احمد خان ۔ گدڑی اسٹریٹ ۔ بہرائچ

15 مئی 1936ء کو میں نے (اپنی تعلیم مکمل کر کے) علی گڑھ کو خیر باد کہا۔ احباب کا جمِ غفیر مجھے اسٹیشن پر پہنچانے آیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

بھائی انتظام الدین صاحب کی والدہ اور خالہ (حنیفہ صاحبہ) کی علی گڑھ میں بہت شفقتیں حاصل رہیں۔ حنیفہ خالہ نے میری ڈائری پر یہ جملہ لکھا:

"شیریں کلامی چلتا ہوا جادو اور مصیبتوں سے بچانے والی سپر ہے"۔

علی گڑھ سے آنے کے بعد اس خاندان سے برابر تعلق رہا۔ بھائی انتظام الدین (م 1994ء) کے بھائی عزیز الدین کے یہاں میری اہلیہ کے بھائی اسرار الحق خان کی شادی ہوئی۔

جبل پور کو واپسی

طالب علمی کے زمانے میں ایک مختصر مضمون اس طرح (کسی سال کی پہلی جنوری کو) لکھا تھا:

The first page of the Christian calendar opens today, shedding and showering happiness to a particular community of the world. But for a Muslim each and everyday brings glory, grandeur and greatness, because the universe has been created for those who obey Him. If the non-believers live and enjoy the Creator's blessings they do not deserve them. Even then Allah treats them impartially, because He is the Most compassionate and the Most Merciful. A shephered wants that a sheep should not go out of the flock and a king wants that his subjects should not go out of the decorum of servitude or become an outlaw. Allah, too, wants that His people should not go astray and they should traverse the right path.

Imprimis, after this, it should be to praise the Holy Prophet Muhammad (May the benedictions and blessings of Allah be upon him), but it is really beyond the human power to do so, as it be justified.

Ever since the advent of Hazrat Adam (A.S), people were asked to tread upon the

right path. Every prophet attempted to guide people as directed by Allah, but very few of them cared for the correct guidance. Our prophet Muhammad (Peace!) completed that "Guidance," and the religion then became "complete". He taught everything and left nothing to be added. His teachings are the guiding lines for each and every walk of life. There are countless reasons which exalt the personality of our Prophet (peace!). Even the unbelivers have called him "true" and "trustworthy" every since his childhood. Allah has called him "the blessings for all worlds". Such praise was never given to any other prophet, hence nothing can be added to it.

اُسی زمانے میں والد صاحب مرحوم (م 1924ء) کی یاد میں یہ شعر لکھے تھے :

O father dear, why lefteth me?
With heaving cries I look for thee;
With wailings warm my tears I cast,
With despaired sighs, will breath my last.

سیونی

3 جون 1936ء کو والدہ صاحبہ کے ساتھ سیونی گیا۔ وہاں میرے ماموں مولانا عبدالمجید خان صاحب نے سیرت پاک ﷺ پر تقریر کرنے کے لیے طلب فرمایا تھا۔ وہاں نام دار خان صاحب اور اُن کے عزیز عبدالرشید بھی آگئے تھے۔

3 جون کو علی گڑھ سے بھائی انتظام الدین کا تار جبل پور پہنچا کہ میں ایم اے (اردو) اور ایل ایل بی کے امتحانوں میں پاس ہوگیا ہوں۔ بڑے بھائی صاحب نے جبل پور سے مجھے تار کے ذریعے مطلع فرمایا:

14 جون 1936ء کو علی گڑھ سے میرے فارسی کے استاد حاجی حمید الدین خان صاحب کا خط آیا۔ فرمایا کہ تم وکیل بن جاؤ اور سیاسی لیڈر بھی۔ معلوم نہیں، انھوں نے ایسا مشورہ کیوں دیا۔ شاید ایل ایل بی پاس ہونے کی وجہ سے انھوں نے ایسا فرمایا۔

جبل پور آنے کے بعد احباب سے ملاقاتیں زیادہ ہونے لگیں۔ ضامن علی بڑے خوش مزاج اور خوش اخلاق تھے۔ اکثر اُن سے ملاقاتیں رہیں۔

منڈلہ

16 جون کو ڈاکٹر سید محمد سعید کے ساتھ منڈلہ گیا۔ وہاں 19 جون کو سورج گرہن ہوا۔ پھر منڈلہ سے جبل پور کو واپسی ہوئی۔ منڈلہ میں مولوی اولاد حسین خان کے فرمانے پر سیرت طیبہ ﷺ پر تقریر بھی کی تھی۔ مولوی صاحب کے فرمانے پر سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کی تو میری عجیب کیفیت ہوگئی۔ مسجد بھر گئی کسی مخلوق سے۔ پھر خالی ہوگئی۔ پھر جبل پور میں قاری محمد اسحٰق رونق، مرزا کبیر احمد بیگ، عبدالمجید کولیم اور بالخصوص ضامن علی سے بہت ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ وہ حضرات میرے مکان پر بھی تشریف لاتے تھے۔ وحید الحسن بھی مکان پر آتے تھے اور وحدانیت، سیرت اور قرآن پاک سے متعلق باتیں ہوتی تھیں۔ عموماً عصر کے وقت ڈاکٹر سید محمد سعید کے مطب میں بہت سے حضرات تجوید اور قرأت سیکھنے کے لیے آجاتے تھے۔ ان حضرات کی خدمت کا موقع بھی مل جاتا تھا۔

جبل پور کے احباب

جبل پور میں ہندو دوستوں کے علاوہ چند مسلمان دوست یہ تھے :

سید محمد سعید، محمد یوسف، مرتضیٰ، عبدالسبحان، محمد حنیف، حافظ عبدالعزیز، حافظ عبدالشکور، حافظ محمد ادریس، حافظ عبدالرشید، حافظ غلام محمد، حافظ محمد مبارک، حافظ جمال الدین صاحب کے بھائی عبدالقادر، حافظ عبدالسلام، دوسرے عبدالقادر اور اُن کے بھائی حافظ عبدالرحیم اور عبدالکریم۔ ایک عبدالرزاق اور بھی تھے جو محلّے کے بزرگ عبدالرحیم صاحب کے بیٹے تھے۔

اِن احباب کے ساتھ سیروتفریح کے مواقع عام تھے۔ مختلف مقامات کی سیر ہوتی تھی۔ تجوید و قرأت بھی پڑھا دیا کرتا تھا۔ جیسا کہ اوپر ذکر ہوا۔

20 جون 1936ء کو علی گڑھ سے حنیفہ خالہ کا خط آیا کہ وہ چند خواتین کے ساتھ سیر کے لیے بمبئی جارہی ہیں۔ 10 جولائی کو واپسی ہوگی۔

10 جولائی 1936ء کو پر دادی سکینہ صاحبہ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ وہ میری پیدائش سے بہت پہلے اللہ کو پیاری ہوچکی تھیں۔

26 ستمبر 1936ء کو جبل پور میں ہمشیر صاحبہ کے خُسر باقر علی صاحب کا انتقال ہوا۔

میری پہلی شادی

14 اکتوبر 1936ء (چہار شنبہ 27 رجب 1355ھ) کو قبلہ ماموں عبدالمجید خان صاحب کے یہاں میری شادی ہوئی۔ پھر قریب 16۔ 15 دن کے بعد مجھے موتی جھرا کا بخار ہوگیا تھا۔ ماموں صاحب اور میرے کرم فرما حکیم فیّاض عمر نے میرا علاج کیا۔

شب دوشنبہ 25 جنوری 1937ء کو خالہ زاد بھائی اکرام حسین صاحب کی اہلیہ کا جبل پور میں انتقال ہوا۔

محترم مفتی بُرہان الحق صاحب کے فرمانے پر سید محمد سعید اور ظہور احمد خان کے ساتھ 7 فروری 1937ء کو عبدالستار صاحب کے

الیکشن کے لیے میں بھی سلیمن آباد چلا گیا۔ وہاں میرے عزیب رشتے دار رہتے تھے۔ اُن کے یہاں 2 دن قیام کیا۔ پھر چلتے وقت اُن کی خدمت کردی۔

محترم مفتی صاحب نے 12 فروری کو بھی مجھے اُس الیکشن کے پولنگ ایجنٹ کی حیثیت سے پناگر بھیجا۔ جمعہ کا دن تھا۔ وہاں پٹھانی محلّے کی مسجد میں نماز پڑھی۔ مفتی صاحب مجھے منڈلہ بھی بھیجنا چاہتے تھے لیکن میں نے معذرت کرلی۔

16 فروری 1937ء کو بھائی انتظام الدین کا خط آیا کہ وہ جاورہ ریاست میں اسکول ٹیچر ہوگئے ہیں۔

5 اپریل سے 16 اپریل 1937ء تک ناگ پور یونی ورسٹی میں بھی ایم اے (فارسی) کا امتحان دیا۔ سب سے اوّل آیا۔ الحمدُ للہ۔

میرا انٹرویو۔ تقرر

5 جولائی 1937ء کو پبلک سروس کمیشن نے ناگ پور میں اُردو کے اُستاد کے لیے انٹرویو لیا۔ انگریزوں کا زمانہ تھا۔ لیکن میں شیروانی اور ترکی ٹوپی پہن کر گیا۔ (میں نے کبھی سوٹ نہیں پہنا اور نہ کبھی انگریزی بال رکھے)۔ کمیشن والے دیر تک مجھ سے باتیں کرتے رہے۔ دوسرے امیدوار سوٹ پہن کر گئے تھے۔ لیکن اُن کو جلد جلد رخصت کردیا اور مجھے کِنگ ایڈورڈ کالج امراؤتی میں اردو کے استاد کی حیثیت سے منتخب کرلیا۔ امراؤتی میرے لیے نئی جگہ تھی۔ قبلہ ماموں عبدالمجید خان صاحب کے دوست مولانا محمود علی خان صاحب وہاں ایک اسکول میں ٹیچر تھے۔ ماموں صاحب نے اُن کو لکھ کر وہاں مکان کا انتظام کرادیا۔ وہ کیمپ کا علاقہ تھا۔ بہت صاف سُتھرا تھا۔ کالج میں 15 جولائی کو چارج لیا۔ پرنسپل انگریز تھا۔ کالج کے ساتھ ایک ہوسٹل بالکل خالی پڑا تھا۔ پرنسپل نے مجھے وہاں قیام کے لیے کہا۔ لیکن اتنے بڑے ہوسٹل میں ہم لوگوں کا اکیلا رہنا کچھ مناسب نہیں تھا اس لیے میں نے معذرت کرلی اور کیمپ ہی میں دس سال رہا۔ بہت سے کرم فرما حضرات وہاں مل گئے۔ خاص طور پر حاجی فرید خان فضا صاحب کی بڑی بزرگ ہستی تھی۔

کالج کے قاعدے کے مطابق ہندی کا امتحان پاس کرنا استادوں کے لیے ضروری تھا۔ 28 ۔ 29 اکتوبر 1937ء کو ہندی کا امتحان دیا اور بفضلہ تعالیٰ تمام اُستادوں میں اوّل قرار دیا گیا۔ گزٹ میں نتیجہ شائع ہوا۔

25 دسمبر 1937ء کو حبیب الرحمٰن ہاشمی صاحب کے ساتھ امراؤتی سے 32 میل پر ایلچپور گیا۔ وہاں شاہ دولھا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ مزار کے باہر ایک پتھر کی ناند میں ایک پیالہ رکھا رہتا ہے۔ اُس کے نیچے ایک باریک سوراخ ہے۔ وہ پیالہ پورے ایک گھنٹے میں ڈوب جاتا ہے۔ وہاں ایک شخص مقرر ہے۔ وہ فوراً پیالہ خالی کرکے وہیں پانی پر رکھ دیتا ہے۔

شب دو شنبہ 7 فروری 1938ء (5 ذی الحجہ 1356ھ) کو امراؤتی میں ایک بچہ پیدا ہوا۔ اور قریب 26 گھنٹے کے بعد فوت ہوگیا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

ایوت محل

کالج 2 اپریل 1938ء کو تعطیل گرما کی وجہ سے بند ہوگیا۔ منجھلے بھائی عبدالرحمٰن صاحب اُس وقت ڈِگرس (ضلع ایوت محَل) میں تھے۔ اُن کے بچّوں کو امراؤتی لے آیا۔ پھر سب کو لے کر جبل پور چلا گیا۔

سیاحی

15 مئی 1938ء کو جبل پور سے علی گڑھ گیا۔ 21 مئی کو وہاں سے جالندھر گیا۔ راستے میں سرہند شریف کا اسٹیشن تھا۔ وہاں میرے دل کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ جی چاہتا تھا کہ گاڑی سے چھلانگ لگا کر حضرت مجدّد الف ثانی قدّس سرّہ کے مزار پر پہنچ جاؤں۔ مجھے اُس وقت تک اُن کے متعلّق بڑے بھائی صاحب سے صرف اس قدر معلوم ہؤا تھا کہ یہ ایسے بزرگ ہیں جن کا نام اور ہرکام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں تھا۔

جالندھر سے رات کی گاڑی میں واپس ہؤا اور علی گڑھ ہوتا ہؤا 2 جون کو جبل پور واپس آیا۔

12 اکتوبر 1938ء کو جبل پور سے روانہ ہوکر علی گڑھ پہنچا۔ وہاں سے چھرّا ہوتا ہؤا حبیب گنج پہنچا۔ مخدومی نواب حبیب الرحمٰن خان شروانی صاحب کا کتب خانہ دیکھا۔ متعدّد مخطوطات خود مصنّفین کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں۔ بہت سے مخطوطات کا مطالعہ کیا۔ نواب صاحب اپنے ساتھ ناشتہ اور کھانا کھلاتے تھے۔ اور دن بھر جتنا مطالعہ کرتا تھا اُس کی تفصیل پوچھتے تھے۔ وہاں 4 دن رہ کر واپس علی گڑھ آیا۔ پھر بریلی گیا۔ وہاں میرے عزیز دوست سید محمد پولس کے آفیسر تھے۔ مولانا احمد رضا خان صاحب علیہ الرحمہ کے مزار پر بھی حاضر ہؤا۔ ایک دن کے بعد وہاں سے رام پور گیا۔ تین دن مولانا امتیاز علی عرشی صاحب کا مہمان رہا۔ رمضان شریف شروع ہوگیا۔ وہاں کی جامع مسجد میں پہلی تراویح پڑھی۔ مولانا وجیہ الدین صاحب ہر چار رکعت کے بعد جتنا پڑھا چکتے تھے اُس کا خلاصہ سُناتے تھے۔ رام پور میں نواب صاحب کے کتب خانہ سے استفادہ کیا۔ بہت بیش قیمت کتابیں تھیں۔ وہاں سے واپس ہوکر جبل پور پہنچا۔

اوپر آچکا ہے کہ بڑے بھائی صاحب، والدہ صاحبہ، بڑی بھاوج صاحبہ، میری آپا اور اُن کا بچّہ محمود علی 19 دسمبر 1938ء کو حج کے لیے امراؤتی سے روانہ ہوئے۔

چہار شنبہ 19 اپریل 1939ء (28 صفر 1358ھ) کو ہمارے چچا اکبر خان صاحب کا پناگر (جبل پور) میں انتقال ہؤا۔

حیدرآباد (دکن)

24 اپریل 1939ء کو بچپن کے دوست ڈاکٹر سید محمد سعید کے ساتھ جبل پور سے حیدرآباد (دکن) کے لیے روانہ ہؤا۔ جبل پور سے 8 بجے صبح کو بس میں روانہ ہوکر ساڑھے تین بجے ناگ پور پہنچے۔ وہاں سے پانچ بجے سہ پہر کو مدراس میل سے وردھا پہنچے۔ پھر بلہار شاہ پہنچے۔ آگے قاضی پیٹھ میں گاڑی تبدیل کرکے صبح ساڑھے سات بجے حیدرآباد پہنچے اور محلّہ افضل گنج کے ممتاز ہوٹل میں قیام کیا۔ 3 بجے قاری

محمد اظہر صاحب سے ملے۔ وہ محلّہ سلطان پورہ میں فصاحت یار جنگ جلیل مانکپوری کے یہاں ایک کمرے میں رہتے تھے۔ 25 اپریل کو ریڈیو سے سُنا کہ علی گڑھ میں ہمارے اُستاد مولانا سلیمان اشرف صاحب کا انتقال ہوگیا ہے۔ بڑا قلق ہوا۔

دوسرے دن یونی ورسٹی لائبریری دیکھی۔ جمعہ 28 اپریل سے پہلی مئی تک آصفیہ لائبریری دیکھی۔ 3 مئی کو بارہ ربیع الاوّل کا جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، مکّہ مسجد میں دیکھا۔ وہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبّہ مبارک، چپّل اور مُوئے مبارک ہیں۔ اُن کی زیارت کی۔ 4 مئی کو دفتر دیوانی ومال کی کتابیں دیکھیں۔

دوسرے دن شام کی گاڑی سے ہم لوگ واپس ہوئے۔ 6 مئی کی صبح کو 11 بجے ناگ پور پہنچے۔ وہاں احسان اللہ عباسی کے یہاں چند گھنٹے قیام کیا۔ پھر ناگ پور سے ریل میں گوندیا اور وہاں سے 8 مئی کو سوا گیارہ بجے جبل پور پہنچ گئے۔ آصفیہ لائبریری میں بہت نادر مخطوطات ہیں۔ منتخب اشعار متقدمین۔ نمبر 344 بڑا قیمتی مجموعہ ہے۔

جمعہ یکم ستمبر 1939ء کو ریڈیو سے معلوم ہوا کہ جرمنی کے ہٹلر نے پولینڈ سے جنگ کرنے کا اعلان کردیا ہے۔ ایک ہفتے کے بعد اُس نے وارسا تک قبضہ بھی کرلیا۔

کِنگ ایڈورڈ کالج کی دو سال ملازمت کے بعد 15 جولائی 1939ء کو مجھے مستقل کردیا گیا۔ اُس زمانے میں منجھلے بھائی عبدالرحمٰن خان صاحب ارنی (ضلع ایوت محل) میں تھے۔ سی پی برار گزٹ (15 ستمبر) پارٹ 1۔ صفحہ 798 میں میرے مستقل ہونے کا آرڈر شائع ہوا تھا۔

24 شعبان شب دو شنبہ (9 بج کر 25 منٹ پر) 1358ھ (9 اکتوبر 1939ء) کو جبل پور میں میری پیاری بیٹی ہاجرہ پیدا ہوئی۔ اُس نے دو شنبہ 29 ذی قعدہ 1365ھ کو قرآن پاک مکمل کیا۔ الحمدُ للہ۔

میں امراؤتی شہر کی ایک دُکان میں بیٹھا ہوا تھا۔ کچھ لوگ اسمِ اعظم سے متعلق اپنے علم کے مطابق بات کررہے تھے۔ یکایک ایک مجذوب وہاں سے گذرا۔ اور مجھ سے مخاطب ہوکر اُس نے پوچھا؟ کہ اسم کے کیا معنی ہیں؟ میں نے کہا "نام" پھر اس نے پوچھا اعظم کے کیا معنی ہیں؟ میں نے کہا "سب سے بڑا" پھر اس نے پوچھا کہ "سب سے بڑا نام کس کا ہے؟ میں نے کہا "اللہ کا"۔ پھر وہ روانہ ہوگیا۔

الٰہ آباد۔ پٹنہ

21 اکتوبر 1939ء کو امراؤتی سے جبل پور گیا۔ وہاں سے اتوار 29 اکتوبر کو الٰہ آباد کے لیے روانہ ہوا۔ دوسرے دن صبح ساڑھے پانچ بجے وہاں پہنچا۔ اِکّے میں بیٹھ کر محترم ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب کے یہاں (22 / اے، میور روڈ) پہنچا۔ 16 رمضان المبارک کا روزہ تھا۔ دن بھر وہاں رہا۔ اپنے مقالے کے سلسلے میں اُن سے مشورہ کیا۔ ڈاکٹر صاحب کے بڑے صاحبزادے بی اے میں تھے۔ عربی اُن کا ایک مضمون تھا۔ دوسرے صاحبزادے انٹرمیڈیئٹ سائنس میں تھے۔ شام کو افطار اور کھانا کھاکر پٹنہ کے لیے روانہ ہوا۔ علی الصباح وہاں پہنچا۔ وہاں پہلی بار دیکھا کہ آدمی رِکشا کھینچتا تھا۔ وہاں محلّہ مراد پور کے سلطان ہوٹل میں قیام کیا۔ وہیں خدا بخش لائبریری ہے، لائبریری

میں نوادر ہیں۔ ایک ورق قرآن پاک کا ہے جو حضرت علیؓ کے دست مبارک کا لکھا ہوا ہے۔ (علی گڑھ میگزین میں بھی مولانا ابوبکر محمد شیث صاحب نے اسی طرح کا ایک ورق شائع کرایا تھا)۔ لائبریری کے نگران مولانا محمد مسعود عالم صاحب تھے۔ انھوں نے بہت خیال رکھا۔ وہیں اندھیری کالج بمبئی کے پروفیسر نجیب اشرف صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے افطار پر ہم دونوں کو مدعو کیا اور پٹنہ کے خاص کھانے کھلائے۔ وہاں تراویح کے وقت ہر چار رکعت کے بعد ایک طویل وقفہ ہوتا تھا کہ نمازی لوگ چائے وغیرہ پی سکیں۔ محلّہ مراد پور میں نورانی دواخانہ تھا۔ اچھی دوائیں تھیں۔ میں نے چند دوائیں خریدی تھیں۔ 6 نومبر کو وہاں سے واپسی ہوئی۔ افسوس کہ اُس وقت علی گڑھ کے بعض احباب پروفیسر عبدالجید، شفیق الحسن اور عبدالحفیظ صاحب وغیرہ سے ملاقات نہ ہوسکی۔

بمبئی

25 دسمبر 1939ء کو امراؤتی سے 8 بجے شام کو روانہ ہوا۔ بدنیرا سے بمبئی میل میں سوار ہو کر (10 روپے 10 آنے کا واپسی کا ٹکٹ) صبح 8 بج کر 48 منٹ پر دادر اسٹیشن پہنچا۔ یہ بمبئی کے ایک علاقے کا اسٹیشن ہے۔ وہاں ڈاکٹر عبدالرحمٰن خالدی صاحب کے بھائی عبدالجبار میرا انتظار کررہے تھے۔ اُن کے ساتھ ماٹنگا (516, A, Tahmina Manzil) گیا، تین دن اُن کے یہاں قیام کیا۔ اُن کے ساتھ سمندر کا ساحل دیکھا۔ وہاں میرے میٹرک کے علی گڑھ والے ساتھی مُنیر الدین ہَین دادی (ٹکری محلّہ۔ 7 اعلیٰ عمر اسٹریٹ۔ بمبئی 3) سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے دن یونی ورسٹی ہوسٹل میں شیخ صاحب سے نیاز حاصل ہوا۔ وہ انگریزی میں کسی موضوع پر ریسرچ کررہے تھے۔ یونی ورسٹی لائبریری اور جمعہ مسجد کی لائبریری کی کچھ کتابیں دیکھیں۔ یونی ورسٹی لائبریری میں فارسی شاعر عبدالواسع جبلی کے دیوان کا ایک انتخاب دیکھا۔ جمعہ مسجد کی لائبریری میں ولی کا اردو دیوان دیکھا جس میں اُن کی وفات سے متعلق ایک قطعہ۔تاریخ ہے جس سے 1119ھ برآمد ہوتا ہے۔ فیضی کا فارسی دیوان (قلمی) بھی دیکھا۔ اُسی دن S.S. Islami جہاز حاجیوں کو لے کر روانہ ہونے والا تھا۔ لیکن حاجیوں کی تعداد بہت کم تھی۔ جنگ عظیم کی وجہ سے لوگ نہیں گئے۔ کاما پارسی لائبریری میں قدیم مخطوطات (پارسیوں سے متعلق) زیادہ ہیں۔ تذکرۂ دولت شاہ کا مخطوطہ محبوب القلوب اور جامع الفضائل کے نام سے بھی ہے۔

28 دسمبر کو بمبئی سے واپسی ہوئی۔ امراؤتی دوسرے دن پہنچا۔ بمبئی میں IND نام کی الارم والی گھڑی ساڑھے چھ روپے میں خریدی۔ بمبئی میں ہمارے کالج کے پرنسپل F.P. Tostevin سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔

ریواں۔ لکھنؤ۔ کاکوری

8 مئی 1940ء کو جبل پور سے ستنا گیا۔ تین گھنٹے لگے کرایہ ڈھائی روپیہ تھا۔ وہاں سے 31 میل پر ریواں ریاست ہے۔ بس میں چار گھنٹے لگے۔ پروفیسر اختر حسین نظامی صاحب کے یہاں کھوکھر محلّہ میں تین دن قیام کیا۔ اُن کے والد صاحب بہت عالم تھے۔ وہیں مولانا رحمٰن علی مرحوم (تذکرہ علمائے ہند وغیرہ کے مصنف) کا کتب خانہ دیکھا۔ اس میں مولانا شبلیؒ کا ایک نایاب مکتوب ملا (جس کی نقل میں

نے علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کو بھیج دی تھی ؎۔ رنگین کی مثنویاں بھی وہاں تھیں۔ ریواں کا پانی بھاری تھا۔ کھانا مشکل سے ہضم ہوتا تھا۔ وہاں سے واپس ستنا آیا اور الہٰ آباد ہوتا ہوا لکھنؤ پہنچا۔ وہاں ندوۃ العلماء (دارالعلوم) کے مہمان خانے میں قیام کیا۔ وہیں مسجد تھی۔ یہاں حیدر آباد میں جو مولانا وصی مظہر ندوی صاحب بڑے عالم ہیں اُس زمانے میں وہاں زیرِ تعلیم تھے۔ مسجد میں اُن سے ملاقات ہو جاتی تھی۔ دارالعلوم کا کتب خانہ اور وہیں قریب ہی لکھنؤ یونی ورسٹی کا کتب خانہ بھی دیکھا۔ لیکن میرے مقصد کی کتابیں کم تھیں۔ امین الدولہ پبلک لائبریری میں بھی مخطوطات کم تھے۔ جرأت کا مکمل دیوان تھا۔ وہیں ککڑی بیچنے والے ککڑی کو لیلیٰ کی انگلیاں اور مجنوں کی پسلیاں کہہ کر آواز لگاتے تھے۔ قُلفی بیچنے والے فالودہ اور شربت والے بھی بہت تھے۔ قندھاری دروازے میں سعادت منزل ایک مکان تھا اُس میں مولوی عفور محمد صاحب سے ملاقات کی۔ وہ مولانا محمود علی خان صاحب (ماموں صاحب کے دوست) کے بھائی تھے۔ وہ پھر کراچی آ گئے تھے۔ لکھنؤ میں (دین دیال روڈ۔ متصل وکٹوریا روڈ) میں پروفیسر مسعود حسن رضوی صاحب سے ملاقات کی۔ اُن کے یہاں مخطوطات کا اچھا ذخیرہ تھا۔ سید حسن غزنوی کے دیوان کا ایک انتخاب بھی تھا جس کی نقل محترم ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب کے ذریعے مجھے حاصل ہوئی تھی۔ 15 مئی کو لکھنؤ سے کاکوری گیا۔ وہ نو میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں خانقاہِ قلندریہ ہے۔ شریعت والے بزرگوں کی یادگار ہے۔ وہاں ہر موسم میں اور ہر وقت ماش کی دال اور روٹی سے تواضع ہوتی ہے اور ہر زمانے میں ایک مجذوب خدمت گذار ہوا کرتا ہے۔ خانقاہ میں مطبوعات کا اچھا ذخیرہ ہے لیکن مخطوطات نہیں ہیں۔ اُسی شام کو میں واپس لکھنؤ آیا اور الہٰ آباد ہوتا ہوا 17 مئی کو جبل پور واپس پہنچا۔ الہٰ آباد میں حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحب کی خدمت میں بھی حاضری دی تھی۔

بھوپال

27 مئی 1940 کو امراؤتی سے بھوپال گیا۔ وہاں دوسرے دن پہنچا اور محلّہ شاہ جہاں آباد میں ارشاد حسین صاحب اور اُن کے بھانجے ظفر الدین صاحب کے یہاں تین دن قیام کیا۔ حمیدیہ لائبریری میں قلمی کتابوں کا اچھا ذخیرہ ہے۔ بعض مخطوطات بہت اہم ہیں۔ انتخابِ دواوینِ شعرائے متقدمین (نمبر 3) میرے لیے بہت مفید ثابت ہوا۔ وہاں پیر دروازہ میں ایک معمّر بزرگ کے یہاں قلمی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا۔ اُن سے ولی کا ایک قلمی دیوان اور افضل کی بکٹ کہانی (بارہ ماسا) خریدی۔ ضمیر صاحب اور ظہیر صاحب (علیگ) سے بھی ملاقات ہوئی۔ ظہیر صاحب بعد میں کراچی آ گئے تھے۔ بھوپال کا سمندر نُما تالاب دیکھا۔ شاہی مسجد بھی دیکھی جو اُس وقت نامکمل تھی اور اُس کے ساتھ وضو کے لیے ایک تالاب تھا۔ قدرتی طور پر بھوپال بہت سرسبز اور شاداب تھا۔ لوگ صحت مند تھے۔

بُرہان پور

یکم اکتوبر کو وہاں سے واپسی پر کھنڈوا میں مقبول حسن نیازی صاحب کے یہاں رات قیام کیا۔ صبح دریا میں نہا دھو کر نیازی صاحب کے ساتھ اُن کے اُستاد مولانا مطیع اللہ راشد صاحب کے یہاں بُرہان پور کے محلّہ اتوارہ میں قلمی کتابوں کا ذخیرہ دیکھا۔ اُن کے مکان کے

سامنے ایک باغ تھا جس میں ممتاز محل (شاجہاں کی بیگم) کو دفن کیا گیا تھا۔ بعد میں وہ تاج محل آگرہ میں دفن ہوئیں۔ بُرہان پور کے بعض بزرگوں کے مزارات پر حاضر ہؤا۔ پھر رات کی گاڑی سے بُھساول ہوتا ہؤا یکم اکتوبر کو امراؤتی پہنچا۔

پونا

26 دسمبر 1940ء کو امراؤتی سے دوبارہ بمبئی گیا۔ وہاں کاما اورینٹل لائبریری کے مخطوطات دیکھے۔ پھر 28 دسمبر کو آل انڈیا مُسلم ایجوکیشنل کانفرنس میں شرکت کے لیے پونا گیا۔ نواب صدر یار جنگ حبیب الرحمٰن خاں شروانی صاحب نے مجھے وہاں بُلوایا تھا اور میرے لیے میری خواہش سے اپنی لائبریری کے چند مخطوطات بھی لے کر آئے تھے۔ وہ پونا میں نمبر 108 کورے گاؤں پارک میں (ایک کوٹھی میں) ٹھہرے ہوئے تھے۔ مجھے بھی اپنے پاس ٹھہرایا اور مخطوطات عنایت فرمائے۔ اُنھی کے ارشاد کے مطابق میں نے مقالہ "فارسی پر اردو کا اثر" پڑھا۔ بنگال کے فضل الحق صاحب کی صدارت میں کانفرنس ہوئی تھی۔ حیدرآباد (دکن) کے نواب کمال یار جنگ، پنجاب کے شوکت حیات خاں، علی گڑھ کے ابوبکر احمد حلیم صاحب اور اُستاذی ڈاکٹر ہادی حسن صاحب وغیرہ بہت سے حضرات تھے۔ 31 دسمبر 1940ء کو وہاں سے واپسی ہوئی۔

بھائی عبدالحمید صاحب کابل سے اپنے گھر جالندھر آئے۔ پھر فروری 1941ء کے آخری ہفتے میں امراؤتی آئے۔ 28 فروری کو رومیؒ کا یہ شعر میری ڈائری میں لکھا:

مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من - پیشِ عاشق ایں بود حُبِّ وطن

برخوردار سراج احمد خان سلّمہٗ، قریب 10 بجے رات شب سہ شنبہ 17 ربیع الاول 1360 ھجری (14 - 15 اپریل 1941ء کی درمیانی شب) کو جبل پور میں پیدا ہؤا۔ جمعہ 6 ربیع الاول 1368 ھجری (7 جنوری 1949ء) کو اُس نے قرآن پاک مکمل کیا۔

لاہور

21 اپریل 1941ء کو جبل پور سے اٹارسی روانہ ہؤا۔ وہاں سے دہلی ہوتا ہؤا 24 اپریل کی صبح کو لاہور پہنچا۔ وہاں نیلا گنبد کے نور محل ہوٹل میں قیام کیا۔ پبلک لائبریری اور یونی ورسٹی لائبریری کے مخطوطات دیکھے۔ اورینٹل کالج کے پرنسپل علامہ محمد شفیع صاحب اور ڈاکٹر محمد اقبال صاحب سے نیاز حاصل ہؤا۔ وہیں بمبئی سے پروفیسر محمد ابراہیم ڈار آئے ہوئے تھے۔ اُن سے بھی ملاقات ہوئی۔ حافظ محمود شیرانی صاحب کے دولت کدے پر حاضر ہؤا۔ اُن کے پاس تگک ارسلان غزنوی اور بہرام شاہ غزنوی جیسے غیر معروف بادشاہوں کے سکّے بھی تھے۔ بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے سے لے کر بہت سے مسلمان حکمرانوں کے سکّے بھی تھے۔ پروفیسر شیرانی صاحب کے صاحبزادے اختر شیرانی کی بچّی بھی دادا کے ساتھ رہنے کی وجہ سے فارسی سے خوب واقف ہوگئی تھی۔ اُس کی باتیں سُنیں۔ 27 اپریل کو لاہور سے جالندھر گیا۔ اور بھائی عبدالحمید صاحب (جو کابل جا چکے تھے) کے بھائی عبدالغنی صاحب اور دوست اکرام

صاحب سے ملاقات ہوئی۔ 28 اپریل کو جالندھر سے دہلی کے لیے روانہ ہوا۔ دوسرے دن علی گڑھ پہنچا۔ وہاں سے 30 اپریل کو علی گڑھ سے بس میں بیٹھ کر 22 میل کے فاصلے پر چھرّا پہنچا۔ وہاں سے اِکّے میں بیٹھ کر حبیب گنج (دوبارہ) پہنچا۔ کچھ مخطوطات دیکھے۔ پھر دوسرے دن وہاں سے واپس علی گڑھ آیا۔ اور 3 مئی 1940ء کو وہاں سے الٰہ آباد ہوتا ہوا جبل پور پہنچا۔

امراؤتی

علی گڑھ میں استاذ الہند حضرت قاری ضیاء الدین احمد صاحبؒ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا تھا کہ انشاء اللہ میں تم کو قراءات سبعہ (شاطبی شریف) پڑھاؤں گا۔ اس وعدے کے ایفاء کے لیے وہ بنفسِ نفیس قریب ایک ہزار میل کا سفر طے کرتے ہوئے 24 اگست 1941ء کو امراؤتی پہنچے اور 6 ستمبر تک ہر فرصت میں مجھے تعلیم دیتے رہے۔ مقدمہ الجزریہ، تحفۃ الاطفال اور شاطبی شریف کے اصول اور کچھ فروع وغیرہ پڑھائے۔ 6 ستمبر کو اُنھیں ناگ پور تک پہنچانے گیا۔ وہ وہاں سے جبل پور تشریف لے گئے۔ ماموں صاحب اور بڑے بھائی صاحب سے ملاقات کی۔ پھر الٰہ آباد کو واپس ہوئے۔

اجمیر شریف۔ جاورہ

8 مئی 1943ء کو قبلہ والدہ صاحبہ کے ساتھ جاورہ گیا۔ وہاں پٹھانی محلّہ میں والدہ صاحبہ کے تایا زاد بھائی عبدالعزیز خان صاحب (ابن حکیم عبدالکریم خان مرحوم جو میرے نانا عبدالقادر خان صاحب کے منجھلے بھائی تھے)۔ کے یہاں قیام کیا۔ قبلہ عبدالعزیز خان صاحب کے چھوٹے بھائی عبدالقدوس خان صاحب بھی قصبہ تال سے وہاں آگئے۔ اُن کے ساتھ 17 مئی کو اجمیر شریف حاضر ہوا۔ اور ایک دن کے قیام میں مختلف مقامات میں حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب قدّس سرّہ کی شفقتیں مجھ حقیر پر اس قدر ہوئیں کہ جن کا کسی طرح بھی مستحق نہیں ہوں۔ رات کی گاڑی سے وہاں سے واپس جاورہ پہنچا۔ وہاں ماموں زاد بھائی عبدالعلیم خان صاحب اور عبدالنعیم خان صاحب، اُن کی دونوں بہنیں، اور دوسرے افراد بہت کرم فرماتے رہے۔ علی گڑھ کے انتظام الدین صاحب وہاں اسکول ٹیچر تھے۔ اُن کی والدہ صاحبہ وغیرہ بھی اُن کے ساتھ تھیں۔ جبل پور کے ضامن علی صاحب وہاں پبلک پراسی کیوٹر تھے۔ سب حضرات سے ملاقاتیں رہیں اور بہت خوشی ہوئی۔ ماموں عبدالعزیز صاحب نے بہت سے طبّی نسخے عنایت فرمائے اور بزرگوں کی کتابوں کی زیارت کرائی۔ 15 دن کے قیام کے بعد والدہ صاحبہ کے ساتھ جبل پور کو واپسی ہوئی۔

میرے پاس ماموں عبدالعزیز خان صاحب کے والد صاحب کے بہت سے خطوط موجود ہیں جو انھوں نے اپنے چھوٹے بھائی (یعنی میرے نانا) مولانا عبدالقادر خان صاحب کو لکھے تھے۔ شکر ہے کہ آج بھی ان سب عزیزوں اور اُن کی اولاد سے تعلّقات قائم ہیں۔

برخوردار ظفر احمد خان جبل پور میں دو شنبہ 8 رجب 1362ھ (12 جولائی 1943ء) کو 8 بجے صُبح پیدا ہوا۔ اب تک بالکل معصوم ہے۔ اللہ تعالیٰ اُس پر رحم فرمائے۔ آمین۔

مظفر نگر۔ کلیر شریف

11 جون 1945ء کو بچپن کے دوست محمد یوسف کے ساتھ علی گڑھ کو روانہ ہوا۔ اور 15 جون تک وہیں رہا۔ پھر دوسرے دن میرٹھ ہوتا ہوا مظفر نگر گیا۔ وہاں مولانا احسن مارہروی مرحوم کی یاد میں مشاعرہ ہونے والا تھا۔ صغیر احسنی (م 1995ء) نے اہتمام کیا تھا۔ مولانا احسن کے خواجہ تاش جناب اختر نگنیوی بھی تشریف لائے۔ نواب محشر لوہاروی، احسان دانش، ابر گنوری، حافظ سعید احسن مارہروی، صدیق، تازک، رعنا رسول پوری وغیرہ شعراء نے شرکت کی۔ صغیر احسنی نے بڑی محبت سے ہم لوگوں کو اپنے یہاں ٹھہرایا۔ 18 جون کو ہم لوگ دیوبند گئے۔ وہاں سے سہارن پور بھی گئے۔ وہاں سے دوسرے دن رُڑکی گئے۔ پھر کلیر شریف میں حضرت احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضری دی۔ اُس وقت اُن کے گولر کے درخت میں خوب پھل آئے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں نے خوب کھائے بلکہ اپنے ساتھ رکھ لیے۔ بس میں بیٹھ کر ظہر کے بعد رُڑکی اور پھر مظفر نگر واپس ہوئے۔ رات وہاں اسٹیشن پر ہی قیام کیا اور صبح کو 10 بجے ریل میں بیٹھ کر غازی آباد ہوتے ہوئے علی گڑھ کو روانہ ہوئے۔ وہاں تین دن ہوٹل میں قیام کیا۔ پھر آگرہ کے تمام مقامات کی سیر کر کے 25 جون کو وہاں سے روانہ ہو کر اٹارسی ہوتے ہوئے 26 جون کو 3 بجے جبل پور واپس پہنچے۔ اس مرتبہ ارادہ تھا کہ اجمیر شریف بھی حاضر ہوں گے لیکن پیسے کم تھے تو برجستہ میری زبان سے نکلا کہ اجمیر شریف کو نقشے میں دیکھ لیں گے۔ اِس جُملے پر بڑی دیر تک ہنسی آتی رہی۔

حیدر آباد دکن

بچپن کے دوست ڈاکٹر سید محمد سعید امراوتی آئے تو اُن کے ساتھ 23 اکتوبر 1945ء کو صبح 10 بجے باسم روانہ ہوا۔ وہاں عارف الرحمٰن صاحب سب جج کے بنگلے میں رات کو قیام کر کے صبح 10 بجے کنیر گاؤں روانہ ہوئے۔ یہ وہ مقام تھا جہاں سے حیدر آباد (دکن) کی حکومت کی حدود شروع ہوتی تھیں۔ وہاں سے بَس میں بیٹھ کر 18 میل پر ہنگولی پہنچے۔ پھر دوسری بَس میں 51 میل طے کر کے ناندیر پہنچے۔ پھر وہاں سے ریل میں بیٹھ کر سکندر آباد پہنچے۔ وہاں سید محمد سعید کے ایک عزیز رہتے تھے۔ دال روٹی اُن کے یہاں کھائی۔ دال میں اس قدر تُرشی تھی کہ خدا کی پناہ۔ سکندر آباد سے ریل میں بیٹھ کر حیدر آباد 25 اکتوبر کی صبح کو پہنچے۔

حیدر آباد میں دوبارہ کتب خانہ آصفیہ اور یونی ورسٹی لائبریری دیکھنے کا موقع ملا۔ قاری محمد اظہر صاحب (سلطان پورہ)، محمد امین صدیقی صاحب (چنچل گوڑہ) قاضی منظور الامین (آغا پورہ) اور علی شبّر حاتمی صاحب (عابد روڈ) سے ملاقات ہوئی۔ 30 اکتوبر کو وہاں سے امراوتی کو واپسی ہوئی۔

پھر سیاحت

منجھلے بھائی عبدالرحمٰن صاحب کے ساتھ 22 مئی 1946ء کو جبل پور سے روانہ ہو کر اٹارسی، کھنڈوا، اِندور، اُجّین، جاورہ، اجمیر شریف، جے پور، دہلی، آگرہ، فتح پور سیکری وغیرہ کی سیر کی اور 2 جون کو جبل پور واپس پہنچے۔

میری بچّی صابرہ سیونی میں شبِ جمعہ 6 رجب 1365ھ (6 ـ 7 جون 1946ء) کو پیدا ہوئی۔ بڑے بھائی صاحب نے اُسے گود لے لیا تھا۔ ہم لوگ امراؤتی میں تھے کہ یہ بچّی جبل پور میں شبِ سہ شنبہ 19 ربیع الاوّل 1366ھ (11 فروری 1947ء) کو قریب 8 بجے صبح فوت ہوگئی۔ مدار ٹیکری کے قبرستان میں دفن ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پی ایچ ڈی

اُستاذی پروفیسر ضیاء احمد بدایونیؒ کے مشورے پر پی ایچ ڈی کے لیے میں نے سید حسن غزنوی پر کام کیا تھا۔ ملک کے تمام مشہور کتب خانوں سے، نیز لندن اور فرانس کے کتب خانوں سے بھی مدد لی تھی۔ مقالے کے دو حصّے بن گئے تھے۔ ایک شاعر پر اور دوسرا حصّہ اُس شاعر کے ممدوح سلطان بہرام شاہ کی تاریخ پر۔ تاریخ والا حصّہ انگریزی میں لکھا تھا۔ میرے ممتحن ڈاکٹر عبدالستار صدیقی صاحب نے صرف شاعر پر مقالہ دیکھ کر ڈگری کے لیے سفارش کردی۔ انگریزی والے حصّے کو ڈاکٹر ہادی حسن صاحب نے ڈگری کے لیے کافی قرار دیا۔ سی پی گزٹ حصّہ اوّل صفحہ 163 (4 اپریل 1947ء) کو نتیجہ شائع ہوا۔

اس کے کچھ عرصے بعد وہیں ناگ پور یونی ورسٹی سے مجھے ڈی لِٹ کی ڈگری ملی۔

ناگ پور میں میٹرک کے انگریزی نصاب میں جے آر لاویل کی ایک نظم شامل تھی جس سے ایک مسلمان مہمان نواز کی حیرت انگیز شرافت کا سبق ملتا ہے۔ وہ یہ ہے:

YUSSOUF

J.R. Lowell

James Rusell Lowell (1819-1891) was an American poet and journalist. Educated at Harvard, he worked for some years as a Professor of Modern Languages and then turned to journalism and to composing poems. He founded and edited "Atlantic Monthly", and "North American Review". He also gained distinction as a Cambridge poet. For some years he was Resident Minister to Spain and Britain. His **Biglow Papers** contain poems strongly criticising pro-slavery party in America.

"Yussouf" is a touching poem based upon the nobility of human heart and proclaiming vehemently, that "one lamp lights another and "nobleness enkindleth nobleness". Forgiveness is the best kind of revenge, to right the wrong.

A stranger came on a night to Yussouf's tent,
Saying, "Behold one outcast and in dread,
Against whose life the bow of power is bent.
Who flies, and hath not where to lay his head;
I come to thee for shelter and for food,
To Yussouf, called through all our tribes,
"The Good".

"The tent is mine" –: said Yussouf, "but no more"
Than it is God's; come in, and be at peace;
Freely shalt thou partake of all my store
As I of His who buildeth over these
Our tents His glorious roof of night and day,
And at whose door none ever yet heard "Nay!"

So Yussouf entertained his guest that night,
And, waking him ere day, said: "Here is gold,
My swiftest horse is saddled for thy flight,
Depart before the prying day grows bold."
As one lamp lights another, nor grows less,
So nobleness enkindleth nobleness;

That inward light the stranger's face made grand,
Which shines from all shelf-conquest; kneeling low,
He bowed his forehead upon Yussouf's hand,
Sobbing: "O Sheik, I cannot leave thee so;
I will repay thee: all this thou hast done
Unto that Ibrahim who slew thy son!"

"Take thrice the gold," said Yussouf, "for with thee
Into the desert, never to return,
My one black thought shall ride away from me:
First-born, for whom by day and night I yearn,
Balanced and just are all of God's decrees;
Thou art avenged, my first-born, sleep in peace!"

NOTES

outcast: outlawed

the bow of power: the force of law and order

ere: (old fashioned for) before

saddled: ready with saddle

prying: looking curiously

enkindleth: (poetic for) enkindles

my one black thought: my only evil thought (of revenge)

yearn: long for someone intensely

decrees: orders or commands

thou art avenged: the vengeance for you has been taken

پاکستان میں آمد

پاکستان بن جانے کے بعد بڑے بھائی صاحب اپنے ساتھ والدہ صاحب کو اور ہاجرہ، نیز سراج احمد کو کراچی لے آئے تھے۔ پھر ہم لوگ بھی 5 نومبر 1947ء کو بمبئی سے روانہ ہوئے۔ 36 گھنٹے بحری جہاز میں لگے۔ 7 نومبر کو کراچی پہنچے۔ منجھلے بھائی صاحب بھی آ چکے تھے۔ ہم سب اکٹھے چاکی واڑہ (کراچی) کے ایک مکان میں مقیم تھے۔ 24 نومبر کو شیر خوار بچہ عزیز احمد خان (جو ناگ پور میں دو شنبہ 27 ذی قعدہ 1366 ھ مطابق 12 ۔ 13 اکتوبر 1947ء کو رات ساڑھے تین بجے پیدا ہوا تھا) صبح دس بجے کراچی میں فوت ہوگیا۔ (دو شنبہ 10 محرم 1367 ھ)۔ پھر 4 دن کے بعد 28 نومبر 1947ء کو اہلیہ نے بھی داغِ مفارقت دیا، آخری دم پر انھوں نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا، پھر آنکھیں ہمیشہ کے لیے بند کرلیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اہلیہ کے تین بچّے فوت ہوئے۔ اُن کو بڑا صدمہ تھا۔

اسلامیہ کالج ۔ اردو کالج

مارس کالج ناگ پور سے رخصت پر کراچی آیا تھا۔ وہاں سے محترم پروفیسر ڈاکٹر سیّد رفیع الدین صاحب نے لکھا کہ آپ آجائیں اور مارچ تک کام کرکے اپریل سے تعطیل ہونے پر چلے جائیں۔ چنانچہ میں دسمبر میں ہوائی جہاز سے بمبئی گیا۔ وہاں سے ریل میں ناگ پور پہنچا۔ بھائی رفیع الدین صاحب کے یہاں قیام کیا۔ پھر دسمبر کی تعطیل میں حیدر آباد (دکن) چلا گیا۔ وہاں ہندوستان کے فسادات کی وجہ سے قبلہ ماموں عبدالمجید خان صاحب (اہلیہ مرحومہ کے والد صاحب) وغیرہ اور میری ہمشیر صاحبہ چلی گئی تھیں۔ اُن سے ملنے کے لیے چلا گیا۔ پھر واپس آکر ناگ پور میں 15 ۔ 16 دن کام کیا۔ لیکن پھر بڑے بھائی صاحب نے کراچی سے تار کیا کہ سراج احمد کو موتی جھرا نکل آیا ہے۔ چنانچہ ملازمت ترک کرکے 22 جنوری 1948ء کو کراچی آگیا ۔ چند ماہ کے بعد کراچی میں اسلامیہ کالج قائم ہوا تو مجھے وہاں لے لیا گیا۔ قریب دو سال وہاں کام کیا (پھر وہاں کے پرنسپل اور سیکریٹری میں جھگڑا ہوگیا)۔ فوراً بعد اردو کالج قائم ہوا اور مولوی عبدالحق صاحب نے مجھے صدرِ شعبہء اردو کی حیثیت سے لے لیا۔ (صدر شعبہء فارسی کی جگہ کے لیے بھی مجھ سے کہا گیا تھا لیکن عبدالحق صاحب نے مجھے صدرِ شعبہء اردو ہی کی جگہ کے لیے زور دیا) وہاں 6 سال کام کیا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ صرف اردو بلکہ انگریزی، فارسی اور تاریخ بھی پڑھانے کا (میری خوشی پر) موقع دیا۔ طلبہ بہت مطمئن رہے۔ پھر جب 6 طلبہ نے دو استادوں سے کچھ گستاخی کی تھی تو اُنھیں تین سال کے لیے Rusticate کردیا گیا تھا۔ میں نے اُن استادوں سے اور پرنسپل صاحب سے اُن کو معافی دلوادی۔ طلبہ بہت خوش رہے۔ ایک مرتبہ ایک استاد مجھ سے فرمانے لگے کہ فلاں صاحب کی (بلاوجہ) تنخواہ بڑھادی گئی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بہت اچھا ہوا۔ اُن کو ضرورت ہوگی۔ لیکن میری تنخواہ کم تو نہیں کی گئی؟ وہ بیچارے شرمندہ ہوگئے۔ ایک مرتبہ بعض اساتذہ نے اردو کالج کے خلاف کراچی یونی ورسٹی کو درخواست دی کہ نظم و نسق صحیح نہیں ہے (مجھ سے نہیں بتایا)۔ یونی ورسٹی سے Inspection Team آئی۔ فرداً فرداً سب اساتذہ سے اُنھوں نے بات کی۔ مجھے بھی انھوں نے یاد فرمایا اور دریافت فرمایا کہ آپ کو کوئی شکایت تو نہیں ہے؟ میں نے کہا کہ کالج ہمارا ہے

اور طلبہ بھی ہمارے ہیں، پھر میں کس کی شکایت کروں؟ وہ لوگ میرا جواب سن کر خاموش ہوگئے اور پھر کالج کے خلاف شکایتوں کو کالعدم قرار دیا۔ ایک اور واقعہ اسی زمانے میں یہ ہؤا کہ سیشن جج کا خط آیا کہ آپ کو Jury میں شامل کیا گیا ہے۔ میں اُن کے پاس پہنچا اور عرض کیا کہ مجھے طلبہ کو پڑھانا ہے، مجھے معاف فرمائیں۔ وہاں جس قاتل کے خلاف مقدمہ تھا اُس نے مجھے دیکھ کر سیشن جج سے کہا کہ اُن کو ضرور Jury میں رکھا جائے۔ مجھے مجبوراً وہ کام قبول کرنا پڑا۔ کئی دن تک مقدمہ چلتا رہا۔ مجھے Jury کا ہیڈ بنادیا گیا۔ یعنی سب حضرات کی رائے کے بعد میری رائے معلوم کی گئی۔ معاملہ یہ تھا کہ قاتل نے رکشے میں اپنے ساتھ بیٹھی ہوئی عورت کے پیٹ میں چُھرا گھونپ کر اُسے ختم کردیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ اب تک جو شہادتیں ہوئی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت قاتل کے بائیں طرف بیٹھی تھی۔ قاتل نے چُھرا گھونپا تو زخم کا Angle شہادتوں کے Angle کے خلاف ہے۔ قاتل کا وکیل اور سب حاضرین چونک پڑے۔ سیشن جج بھی خاموش ہوگیا۔ آخر وہ بری کردیا گیا۔ اللہ کی شان کی کیا تعریف کی جائے!

اردو کالج میں 6 سال کام کیا۔ آخری سال میں کراچی یونی ورسٹی نے (جو اَب تک صرف انتظامی تھی) تعلیم بھی شروع کرادی تو میں وہاں بھی ایم اے کی کلاس لیا کرتا تھا۔ لیکن جب باقاعدہ یونی ورسٹی کے صدر شعبۂ اردو کے تقرر کا وقت آیا تو مجھے نظر انداز کردیا گیا۔ یکایک یہ آیت میرے ذہن میں آئی کہ: اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ ؟ (کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں؟) اس آیت سے میرا حوصلہ بلند ہوگیا۔ کچھ ماہ کے بعد اپنے شیخ مولانا زوّار حسین صاحبؒ (م 1400ھ) کی خدمت میں خیرپور ٹامی والی گیا تو انھوں نے ایک دن اشراق کے بعد مجھ سے فرمایا کہ "سندھ یونی ورسٹی چلے جاؤ"۔ یعنی بغیر کسی تمہید کے اس طرح فرمایا۔ میں نے عرض کیا، کہ بہتر ہے، چنانچہ جب کراچی واپس ہؤا تو سندھ یونی ورسٹی کے رجسٹرار صاحب کا خط ملا کہ وائس چانسلر صاحب (آئی آئی قاضی صاحب) نے آپ کو یاد کیا ہے۔ فلاں تاریخ کو 9 بجے آجائیں۔ میں حاضر ہؤا تو وائس چانسلر صاحب نے سلام کے بعد فرمایا کہ "آپ کی بڑی مہربانی ہوگی جو آپ یہاں آجائیں"۔ بس فوراً اُنھوں نے مجھے پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو کی جگہ پر (ایک ترقّی کے ساتھ) مقرر کردیا۔ مجھے ہندوستان جانا تھا اس لیے میں نے 14 جولائی 1956ء کو چارج لیا۔ اور 1972ء تک کام کیا۔ پھر مجھے چار سال کی توسیع بھی دی گئی۔ علامہ آئی آئی قاضی صاحب سے اُن کے آخری ایّام تک بہت تعلقات رہے۔ اُن کے بعد ایک صاحب وائس چانسلر ہوئے۔ پھر حسن علی عبدالرحمٰن صاحب وائس چانسلر ہوئے۔ وہ میرا بڑا احترام کرتے تھے۔ میں سڑک سے گزرتا تھا تو وہ اپنی گاڑی روک کر سلام کے لیے گاڑی سے اُتر پڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی مغفرت فرمائے۔ آمین۔ پھر غلام مصطفیٰ شاہ صاحب وائس چانسلر ہوئے۔ بے حد دلیر اور بہت خوش اخلاق انسان ہیں۔ میں اُن کی کیا تعریف کروں۔ وہ گھر پر تشریف لے آتے تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ ٹیکسٹ بک بورڈ کے چیرمین تھے تو مجھے فون سے فرمایا کہ آپ دو لڑکوں کو میرے پاس بھیج دیں۔ میں نے بھیجا تو فوراً تقرر کردیا۔ ایک جگہ gazetted تھی۔ اُن پر حکومت نے اعتراض کیا کہ آپ نے دوسرے امیدواروں کو انٹرویو کا موقع نہیں دیا۔ شاہ صاحب نے جواب دیا کہ "مجھے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان پر پورا اعتماد ہے۔ انھوں نے جس شخص کے لیے کہا وہ ضرور اس قابل ہے"۔ اِس جواب پر حکومت خاموش ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات دونوں جہانوں میں خوب بلند فرمائے۔ آمین۔

1972ء میں شاہ صاحب نے محترم ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب اور اِس عاجز سے فرمایا کہ علّامہ آئی آئی قاضی صاحب اور محترم ایلسا قاضی کے مزاروں کے گنبد اور گنبد کے اندر علّامہ صاحب کی پسندیدہ قرآنی آیات کی حکاکی کرادیں۔ چنانچہ ایک اچھے خوش نویس شخص سے آیات کی کتابت کرائی گئی۔ (مزاروں کے لیے فارسی میں قطعات راقم الحروف نے لکھے تھے)۔ ایک ماہر کاری گر سے پورا کام کرایا گیا۔ (پورا حساب میرے پاس اب بھی موجود ہے)۔ شاہ صاحب اور اے کے بروہی صاحب کے تعاون سے یہ تعمیری کام پایہ تکمیل کو پہنچا اور ایک یادگار قائم ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین۔

(حالات اور واقعات کا تسلسل قائم رکھنے کے لیے 1948ء سے 1972ء تک جو مصروفیات تھیں اُن کا ذکر کردیا گیا۔ اب 1948ء سے بعد کے حالات کا ذکر کیا جاتا ہے)۔

بڑے بھائی صاحب نے کراچی سے ہوائی جہاز میں حج کے لیے سفر کیا تھا واپسی پر ہاجرہ بیٹی اور سراج احمد کی طرف سے یہ اشعار پیش کیے تھے۔ (1948ء):

بعد حمدِ خدا و نعتِ رسول ﷺ	۔	ہو دلی شکر وادی جی کا قبول
آج بے حد خوشی ہے ہم سب کو	۔	بڑے ابّا جی پیارے ہیں رب کو
یعنی حاجی نذیر احمد خان	۔	دیکھ کر آئے پھر خدا کا مکان
اُن کو اللہ نے نوازا ہے	۔	اُن کا ہر کام اُس کو پیارا ہے
اُن کے اب چارج ہوئے ہیں ادا	۔	اور توفیق دے ہمیشہ خدا
بارگاہِ حضور ﷺ کو بھی گئے	۔	ہر طرح کام یاب ہو بھی گئے
شکر ہے خیریت سے آئے ہیں	۔	سیکڑوں نعمتیں بھی لائے ہیں
ہے بجا ہم جو خوش بہت ہیں آج	۔	آئے ہیں خیریت سے گھر کے تاج
اُن سے قائم ہے پورے گھر کا نظام	۔	اُن سے روشن ہے خاندان کا نام
اُن کی شفقت بہت ہے بچوں پر	۔	ہم بٹھائیں اُنھیں سر آنکھوں پر
دادی جی روز کرتی تھیں یہ دعا	۔	میرا بچہ ہو خیریت سے خدا
ہاجرہ بیگم اور بڑی امّاں	۔	ظفر احمد، سراج احمد خاں
گھر میں کرتے ہیں سب دعا سے یاد	۔	پیش کرتے ہیں سب مبارکباد
یا خدا شاد رکھ اُنھیں ہر دم	۔	زیرِ سایہ رہیں ہمیشہ ہم
ہر بلا سے خدا بچائے اُنھیں	۔	سب مسلمان شاد کام رہیں

کوئٹہ

اوپر عرض کیا گیا کہ اہلیہ مرحومہ کے انتقال کے بعد ناگ پور چلا گیا تھا۔ لیکن کراچی میں سراج احمد کے بیمار ہونے کی اطلاع وہاں ناگ پور میں ملی تو 22 جنوری 1948ء کو مستقل طور پر کراچی آ گیا۔ پنجاب یونی ورسٹی کے وائس چانسلر صاحب کا خط آیا کہ آپ سنگاپور چلے جائیں۔ اچھی تنخواہ ہوگی لیکن اتنی دور جانے کی ہمت نہیں تھی اس لیے معذرت کرلی۔ اُن کا بہت ممنون ہوں۔ چند ماہ کے بعد اسلامیہ کالج کراچی میں قائم ہوا اور میرا تقرر ہوگیا۔ دسمبر میں آب و ہوا کی تبدیلی کی خاطر چند روز کے لیے کوئٹہ چلا گیا۔ وہاں میرے بچپن کے دوست محمد سعید جو جبل پور میں فوجی دفتر کے کلرک تھے کوئٹہ ٹرانسفر پر آگئے تھے۔ اُن کے یہاں قیام کیا۔ بعد میں وہ کراچی آگئے تھے۔ 1969ء میں فوت ہوئے۔

بعد میں کئی مرتبہ کوئٹہ گیا۔ ایک مرتبہ اہلیہ (دوسری) اور بچوں کو بھی لے گیا تھا۔ وہاں ظفر احمد سلّمہ کی آنکھوں کے علاج کے لیے ڈاکٹر ہالینڈ کو دِکھلانا تھا۔ لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ وہاں پروفیسر خلیل صاحب اور عبدالسبحان صدیقی صاحب کے یہاں قیام رہا۔ پھر سلسلے کے بہت سے حضرات سے تعلق رہا۔

پھر سیاحت

پھر 1949ء میں کالج کی تعطیل (موسمِ گرما) میں لاہور، راولپنڈی، اسلام آباد اور پشاور چلا گیا۔ پشاور میں بھائی حبیب محمد صاحب جو ریلوے میں ملازم تھے اور جبل پور سے ٹرانسفر پر پشاور چلے گئے تھے اُن کے یہاں چند گھنٹے قیام کیا۔ ان کی اہلیہ مرحومہ (فتح محمد کی والدہ) بڑی محبت والی تھیں۔ انھوں نے بہت اہتمام کے ساتھ کھانا کِھلایا۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ آمین۔ پشاور سے لاہور ہوتا ہوا کراچی آ گیا۔

پاکستان بننے پر فسادات ہوئے تو بہت سے مسلمانوں نے حیدر آباد (دکن) میں پناہ لی، میرے کئی اعزا وہاں چلے گئے۔ میرے بہنوئی عباس علی صاحب معذور ہوگئے تھے۔ اُن کا انتقال وہیں یک شنبہ 28 اگست 1949ء کو ہوا۔ ہم لوگوں کو بہت بعد میں اطلاع ملی۔

میری دوسری شادی

قبلہ ماموں عبدالمجید خان صاحب (پہلی اہلیہ کے والد صاحب) نے میرے عقدِ ثانی کی کوشش کی۔ مجھے کراچی سے بلوایا۔ کراچی سے احمد آباد تک ہوائی جہاز میں گیا۔ وہاں سے جاورہ، رتلام، کھنڈوا، ناگ پور ہوتا ہوا سیونی پہنچا۔ ماموں صاحب نے لکھنادون (ضلع چھندواڑا) کے وکیل عبدالحمید خان صاحب مرحوم کے یہاں سہ شنبہ 30 اگست 1949ء کو میرا عقدِ ثانی کرا دیا۔ وہاں سے ناگ پور ہوتا ہوا بمبئی پہنچا۔ وہاں اپنے بھتیجے عبدالعلیم خان کو تلاش کیا اور اپنے ساتھ بحری جہاز سے ہم لوگ کراچی پہنچے۔

شب چہار شنبہ 8 ربیع الاوّل 1370ھ (16 - 17 جنوری 1951ء) کی درمیانی شب میں بچّی پیدا ہوئی اور پیدا ہوتے ہی فوت ہوگئی۔

مُلتان ۔ مظفّر گڑھ

کراچی آنے پر 1948ء میں اسلامیہ کالج میں میرا تقرر ہوگیا تھا۔ دسمبر میں سخت بیمار ہوا۔ تو ایم اے کے طالب علم محمد اسحٰق بیگ میری عیادت کے لیے گھر پر آئے۔ فرمانے لگے کہ اجازت ہو تو میں آپ کے لیے تعویذ لے کر آؤں۔ وہ اپنے دوست صوفی محمد احمد صاحب سے تین تعویذ لائے کہ ہر روز ایک تعویذ گھول کر پی لیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ ہی ایک تعویذ گھول کر مجھے دیدیں۔ انھوں نے وہ تعویذ گھول کردیا۔ اللہ کی شان کہ اُس کو پیتے ہی میرا بُخار ختم ہوگیا۔ پھر صوفی محمد احمد صاحب سے تعلّق پیدا ہوا۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ آپ بھی ایم اے پاس کرلیں تاکہ ترقّی ہوسکے۔ وہ کلاس میں آنے لگے اور ایم اے پاس کرلیا۔ اسی دوران میں اُن کے شیخ یعنی حضرت شاہ زوار حسین صاحب تشریف لائے تو صوفی محمد احمد صاحب نے مجھے دعوت دی۔ میں حاضر ہوا تو وہ عام پیروں سے مختلف نظر آئے۔ نہ کوئی اُن کے ہاتھ چومتا تھا اور نہ کوئی نذرانہ پیش کرتا تھا (اس کے بعد کے واقعات تاریخ اسلاف۔ صفحہ 30 ۔ 33 میں ہیں) ستمبر 1949ء میں بزرگوں کا سالانہ اجتماع ہوا۔ مولانا محمد سعید گوہانوی صاحب یہ اجتماع مظفر گڑھ میں تین دن کراتے تھے۔ صوفی محمد احمد صاحب کے ساتھ میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ عجیب کیفیات ہوئیں۔ تیسرے دن عشاء کے بعد مسجد کے ایک گوشے میں حضرت شاہ زوار حسین صاحب نے مجھے بیعت کیا۔ پھر اُن کے ساتھ مُلتان گیا۔ وہاں کی کیفیات بھی اسی کتاب میں درج ہیں۔ پھر ہم لوگ خیرپور ٹامی والی حاضر ہوئے۔ چند گھنٹے قیام کیا۔ حضرت شاہ صاحب نے مجھے دوسرا سبق دیدیا (گویا دو دن کے بعد) پھر مزید کیفیات پیدا ہوئیں۔

پاک پٹن شریف

چند ماہ کے بعد میرے علی گڑھ والے دوست عبدالغنی صاحب اور کراچی کے سیٹھ عبدالغفار میرے ساتھ خیرپور ٹامی والی حاضر ہوئے۔ 3 دن قیام کرکے پاک پٹن شریف پہنچے۔ راستے میں ہم لوگوں کا ہنسی مذاق ہوتا رہا۔ وہاں پہنچے تو حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کا روضۂ مبارک مقفّل تھا۔ معلوم ہوا کہ ابھی چند روز پہلے عرس ہوا تھا۔ اب صندل لگایا گیا ہے۔ اس لیے مقفل ہے۔ وہاں اُس وقت مغرب کی طرف ایک کھڑکی تھی۔ میں وہاں کھڑا ہوکر ایصالِ ثواب کرنے لگا۔ بابا صاحب نے ایک نظر مجھے دیکھا تو میں بے تاب ہوکر لوٹ پوٹ ہوگیا۔ اللہ اللہ کہتا رہا۔ بالکل بے قابو ہوگیا۔ لوگ جمع ہوگئے۔ 15 ۔ 20 منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ پھر ہوش آیا۔ جمعہ کا دن تھا۔ اذان ہونے لگی۔ ہم لوگ وضو کرکے اگلی صف میں بیٹھ گئے۔ میرے ساتھ عبدالغنی بیٹھے ہوئے تھے۔ اب اُن پر کیفیت طاری ہوگئی۔ اُن کی عجیب حالت تھی۔ وہ مجھے پکڑتے تھے تو مزید تڑپ پیدا ہوجاتی تھی۔ دیر کے بعد اُن کی طبیعت سنبھلی۔ مجھ سے کہنے لگے کہ بھائی میں بھی حضرت شاہ صاحب سے بیعت ہوا تھا لیکن مجھے آج معلوم ہوا کہ روحانیت کیا چیز ہے۔ بعد میں بھی وہ اس حالت کا تذکرہ کرتے رہتے تھے۔

دریا خان

1950ء میں مظفر گڑھ کے جلسے کے بعد ارادہ ہوا کہ موسیٰ زئی شریف چلیں۔ حضرت شاہ صاحب کو فرصت نہیں تھی تو مولانا محمد سعید گوہانوی صاحب سے چلنے کے لیے عرض کیا۔ وہ تیار ہوگئے۔ صوفی محمد احمد صاحب اور بھائی بشیر اللہ صاحب بھی ساتھ تھے۔ مظفر گڑھ سے دریا خان کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں راستے میں عورتوں کو دیکھا کہ وہ تہمد باندھے ہوئے تھیں۔ دریا خان پہنچ کر مولانا محمد سعید گوہانوی صاحب کے ایک مُرید کے یہاں رات قیام کیا۔ کھانے کے بعد میزبان نے ہم لوگوں کو ایک ایک گلاس گرم دودھ پیش کیا۔ معلوم ہوا کہ وہاں کا پانی بھاری ہے۔ اس لیے گرم دودھ ہاضم رہے گا۔ صبح کو وہاں سے ناشتہ کے بعد آگے بڑھنے کا ارادہ کیا۔ لیکن پہلے حضرت خواجہ سراج الدین علیہ الرحمہ کے مکان کی زیارت کی۔

ڈیرہ اسمٰعیل خان

موسیٰ زئی شریف کے سفر کے لیے دریا خان سے دریائے اٹک (یعنی دریائے سندھ) کو عبور کرنے کے لیے کشتی میں بیٹھنا پڑتا ہے۔ وہاں کشتی میں حافظ محمد ابراہیم صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ وہ اپنے ساتھ ڈیرہ اسمٰعیل خان لے گئے۔ اپنے مکان میں ٹھہرایا۔ مہمانوں کے لیے چارپائیاں قریب 15 فٹ لمبی اور 8 فٹ چوڑی ہوں گی۔ پہلے ہم لوگوں کو شربت پیش کیا گیا۔ بہت بڑے بڑے گلاس تھے۔ ہمارے یہاں جو گلاس استعمال ہوتے ہیں اُن کو وہ لوگ گلاس نہیں سمجھتے۔ اُن کو دوات کہتے ہیں۔ شربت ایک گلاس پیا تو مولانا محمد سعید گوہانوی صاحب کو (جو پٹھان تھے) دوسرا گلاس پیش کیا گیا۔ انھوں نے ہمّت کرکے پی لیا تو حافظ محمد ابراہیم صاحب فرمانے لگے کہ طاق عدد پینا چاہیے۔ چنانچہ تیسرا گلاس بھی زبردستی اُن کو پلایا گیا۔ جب وہ تیسرا گلاس بھی کسی طرح پی گئے تو حافظ صاحب فرمانے لگے کہ کیا آپ چار یاروں کو نہیں مانتے؟ میں نے عرض کیا کہ یہ تو پنجتن پاک کو بھی مانتے ہیں۔ اس بات پر سب لوگ ہنسنے لگے۔ پھر کھانا آیا۔ بڑی بڑی قابیں سالن سے بھری ہوئی آئیں۔ میں نے صوفی محمد احمد صاحب اور بشیر اللہ صاحب کو اپنی قاب میں شریک کرلیا۔ پھر پُلاؤ آیا جس میں خوب گوشت اور کِشمِش شامل تھیں۔ میں نے ذرا کھاکر معذرت کی تو حافظ صاحب نے فرمایا کہ غلام مصطفےٰ تم اگر ہماری ریاست ٹانک میں کھانے سے انکار کرتے تو ہم تمھیں شوٹ کردیتے۔ حافظ صاحب بہت خُوش طبع تھے۔ پھر وہ کراچی میں غریب خانے پر دو مرتبہ تشریف لائے۔ اُن کے صاحبزادے مولانا محمد اسمٰعیل صاحب بھی وہاں تشریف لائے۔ ہم لوگ ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے درابن اور پھر موسیٰ زئی شریف پہنچے۔ ایک دن کے بعد وہاں سے واپسی ہوئی۔

مختلف مقامات

1956ء میں جس دن سندھ یونی ورسٹی میں چارج لیا تو پہلی فرصت میں پروفیسر علی نواز جتوئی صاحب (صدر شعبہ سندھی) ملاقات کے لیے تشریف لائے اور ایسی محبّت اور اخلاص سے پیش آئے کہ میں اُن کا گرویدہ ہوگیا اور اُن سے میری محبت اُن کے آخری دن

تک (29 ستمبر 1996ء) قائم رہی۔ بلکہ اُن کی نماز جنازہ میں نے ہی پڑھائی۔ اُن کو اولیائے کرام سے بہت تعلق تھا۔ اُن کا بڑا احسان ہے کہ اُن کے ساتھ بھٹ شاہ، بارو چو باغ، ہالا، سیہون، قُبّہ شریف (ٹنڈو سائیں داد)، بُلڑی شریف، مُلا کاتیار، جھرک، مکلی، گجو، پیر پٹھو، تاج پور نصر پور، بدین، گرھوڑی شریف، سامارو، میر پور خاص، قاضی احمد، مورو، سکھر، پریالوئی، خیرپور، شکارپور، جیکب آباد، روہڑی، پیر جو گوٹھ، گڑھی مولانا حماد اللہ، لُواری شریف، لاڑکانہ، دادو، جھم پیر، پیر بلاول وغیرہ اور اُن کے قرب و جوار کے بھی بکثرت مزارات پر حاضری دی۔ بلکہ بعض مقامات پر کئی بار حاضری نصیب ہوئی۔ پھر لاہور، راولپنڈی، پشاور، گولڑا شریف، موڑا شریف، بالا کوٹ اور مظفر آباد وغیرہ میں بھی ساتھ رہا۔

1956ء سے علامہ آئی آئی قاضی صاحب کی شفقتیں اُن کے آخری دم تک (13 اپریل 1968ء) حاصل رہیں۔ اُن کی شرافت، ہمدردی، خیر خواہی وغیرہ اوصاف بہت یاد آتے ہیں۔ ایک "خیالی" عبارت عرض کی تھی:

Rendezvous

Lo, an old man comes, with a naphkin flung over his shoulders, and walks on a pair of stilts, but heaves sighs.

Youths appear morose and sullen, but ruffle their hair.

Children, though with dimples smiling on their cheeks, rush to the scene.

But a life-long companion peeps out of the horizon, because today is the 13th April.

پشاور۔ نوشہرہ۔ سوات۔ بحرین

غالباً 1957ء میں پروفیسر انیس الحق صاحب کے ساتھ سوات جانے کا ارادہ ہوا۔ پروفیسر صاحب سوات کے کالج میں رہ چکے تھے۔ چنانچہ ہم لوگ حیدرآباد سے روانہ ہوکر راولپنڈی، اسلام آباد وغیرہ ہوتے ہوئے نوشہرہ پہنچے۔ وہاں بھائی حبیب محمد صاحب پشاور سے ٹرانسفر پر آگئے تھے۔ ریلوے کوارٹر تھا۔ رات ہم لوگ اُن کے یہاں ٹھہرے۔ صبح ناشتہ کرکے نوشہرہ سے ریل میں مردان سے گزرتے ہوئے درگئی پہنچے۔ وہاں سے بَس میں بیٹھ کر سوات پہنچے۔ وہاں کالج کے ایک اُستاد کے یہاں رات کو قیام کیا۔ صبح کو کالج لائبریری دیکھی۔ فیضی کی تفسیر بے نقط سواطع الالہام (مطبوعہ) وہاں موجود تھی۔

سوات پہنچنے سے پہلے ایک جگہ میرے پُرانے شاگرد نظر آئے۔ وہ دوڑتے ہوئے بَس میں ملنے آئے۔ ٹھہرنے کے لیے اصرار کیا لیکن اُن سے معذرت کرنی پڑی۔ بہت اخلاق والے تھے۔

سوات سے بَس میں مدین اور بحرین گئے۔ بَس کی اگلی سیٹ پر ایک دوسرے شاگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بار بار ہم لوگوں کو دیکھ رہے

تھے۔ پھر بہت خلوص سے ملے۔ وہ کہیں تحصیلدار تھے۔ بحرین پہنچ کر انھوں نے ہم لوگوں کو کھانا کھلایا۔ رات کو ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے۔ دن میں بُدھ کے زمانے کے پُرانے کھنڈر اور چوکور (چھوٹے) کُنویں دیکھے۔ پھر واپس ہوئے اور نوشہرہ سے راولپنڈی، لاہور وغیرہ ہوتے ہوئے حیدرآباد پہنچے۔

مظفر آباد۔ بالاکوٹ

جون 1958ء کے وسط میں پروفیسر علی نواز جتوئی، پروفیسر حضور احمد سلیم اور سراج احمد سلّمہ کے ساتھ حیدرآباد سے روانہ ہوا۔ لاہور ہوتے ہوئے ہم لوگ راولپنڈی اور اسلام آباد پہنچے۔ وہاں سے مانسہرہ وغیرہ ہوتے ہوئے مظفر آباد پہنچے۔ ہر جگہ کرم فرما حضرات نے دعوت کی۔ مظفر آباد پہنچے تو حضور احمد سلیم صاحب نے فرمایا کہ آپ کے تعلّق کے لوگ ہر جگہ مل جاتے ہیں۔ اب یہاں کوئی نہیں ملے گا۔ اُن کا یہ جملہ ختم ہی ہوا تھا کہ میرے کئی پُرانے شاگردوں نے مجھے آواز دی اور اصرار کرکے ایک ہوٹل میں اپنے خرچ سے ٹھہرا دیا۔ کھانے پینے اور ہر طرح کا ذمّہ اُنھوں نے لے لیا۔ دوسرے یا تیسرے دن وہاں سے بالاکوٹ جانے کا ارادہ کیا۔ ایک بَس والے سے سیٹ چاہی۔ اُس نے کہا کہ آپ کے لیے نہیں ہے۔ دوسری بَس والے سے سیٹ چاہی تو اُس نے بھی یہی کہا، میں نے اُس سے کہا کہ میں نے کونسا قصور کیا ہے کہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو آپ سیٹ نہیں دیتے۔ وہ بیچارہ محبّت سے کہنے لگا کہ ہم لوگ آپ جیسے دین دار لوگوں کو تکلیف سے نہیں لے جاسکتے۔ پھر جس بَس میں جگہ ملی اس کے کنڈکٹر نے ہم لوگوں کے قریب بیٹھے ہوئے مسافروں کو دور رکھا، تاکہ ہم لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اُن لوگوں کے اخلاق سے ہم بہت متاثر ہوئے اور اُن سب کو دعائیں ہی دے سکتے تھے۔ ہم لوگ 18 جون 1958ء کو بالاکوٹ پہنچے۔ موٹر اسٹینڈ پہنچے ہی تھے کہ ایک ہوٹل والا دوڑتا ہوا آیا اور ہم لوگوں کا سامان اپنے ہوٹل میں لے گیا۔ ہم لوگوں نے آرام کیا۔ کھانا کھایا۔ پھر وہیں اسٹینڈ کے قریب حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ وہاں حاضر ہوئے۔ عجیب کیفیت ہوگئی۔ گر پڑا اور بے تاب ہوگیا۔ سکون ہوا تو حضرت علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ میں اسی جگہ شہید ہوا تھا اور میرا گھوڑا بھی یہیں کھڑا ہوا تھا جب کہ ایک سِکھ نے مجھے شہید کیا اور شاہ محمد اسمٰعیل لڑتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے اور آگے جاکر شہید ہوئے۔ یہ بھی فرمایا کہ تمھارے بعض اعزا بھی میرے ساتھ تھے۔ پھر میں شاہ محمد اسمٰعیل علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر ہوا۔ بڑا جلال نظر آیا۔ فرمانے لگے "ہماری نظر میں جیسے مسلمان ہونے چاہییں ویسے اب نظر نہیں آتے" اور یہ بھی فرمایا کہ "آج کل مسلمان، شہید ہونے کی دعاء نہیں مانگتے کہ کہیں وہ دعاء قبول نہ ہوجائے"۔ میں شرمندہ ہوکر خاموش ہوگیا۔ (وہاں اردگرد پودینہ کے پودے بکثرت ہیں)۔ واپسی میں دیر ہوگئی اور کسی بَس کا وقت نہ رہا۔ ہوٹل والے سے میں نے پوچھا کہ آپ کے یہاں ہم نے قیام کیا تو کیا پیش کروں؟ اُس نے کہا کہ آپ سے ہم کچھ نہیں لے سکتے (بڑے اخلاق والے تھے)۔ شام ہورہی تھی تو میں نے سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور، سواری کے لیے دعاء فرمادیں۔ تھوڑی دیر میں دیکھا کہ ایک ٹیکسی کار ایک ہوٹل میں آکر کھڑی ہوئی۔ میں نے سراج احمد کو وہاں بھیجا۔ ٹیکسی والا بہت خوش ہوا کہ اُسے سواریاں مل گئیں۔ ہم لوگ وہاں سے ایبٹ آباد پہنچے۔ ایک دن قیام کرکے پشاور کے لیے بَس میں روانہ ہوئے۔ وہاں سے واپس اسلام آباد

آئے۔ مری کی سیر کر کے راولپنڈی اور لاہور ہوتے ہوئے حیدرآباد واپس ہوئے۔ راولپنڈی میں بھائی عبدالسلام صاحب کے یہاں تھوڑی دیر قیام کیا تھا اور کھانا کھایا تھا۔

حج ۔ فیوضات

16 اپریل 1964ء کو حج کے لیے ہوائی جہاز سے حاضر ہوا۔ 15 مئی کو واپسی ہوئی۔ میں مدینہ منورہ میں تھا۔ اُس وقت حیدرآباد سے حاجی عبدالواحد صاحب کا خط پہنچا۔ سعدیہ بیٹی کی ولادت کا عِلم ہوا کہ وہ دو شنبہ 7 ذی الحجہ 1383ھ (20 اپریل 1964ء) کو صبح 10 بجے کراچی میں پیدا ہوئی ہے۔ خط ملتے ہی حضور انور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور ﷺ کی اجازت ہو تو اس کا نام سعدیہ رکھ لیا جائے۔ اجازت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ۔

بچی نے یک شنبہ 21 رمضان المبارک 1390ھ (22 نومبر 1970ء) کو 5 بجے دن کو قرآن پاک مکمل کیا۔ الحمد للہ۔

1964ء کے حج میں مدینہ منورہ میں حاضر ہوا تو حضور انور ﷺ کی خدمت میں ہاجرہ بیٹی کے رشتے کے لیے بھی عرض کیا کہ حضور ﷺ آپ ہی سے عرض کر سکتا ہوں۔ وہاں سے واپسی پر اُس کا رشتہ آیا۔ اور بحمداللہ یک شنبہ 25 شعبان 1385ھ (19 دسمبر 1965ء) کو حیدرآباد میں شادی ہوئی۔ میں نے اپنے داماد پروفیسر ایاز الدین کو اپنی دانست میں پہلی بار اُس وقت دیکھا جب کہ وہ بارات کے ساتھ آئے۔ میں کہتا تھا کہ میں مدینہ منورہ میں عرض کر کے آیا ہوں۔ اس لیے اُن کو دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

ایک معترض

شیخ محمد اکرام مشہور مصنّف تھے۔ 1964ء میں اتّفاق سے راقم الحروف نے اُن کی کتاب رودِ کوثر کا تیسرا ایڈیشن دیکھا۔ اس میں انھوں نے اکبر اور اُس کے ہم نشیں فیضی اور ابوالفضل کی "مصلحت پسندی" اور "ترک شعائر اسلام" کی پالیسی کو بہت سراہا تھا اور اس کے برعکس حضرت مجدّد الف ثانی قُدّس سرّہ کے "جلالی رنگ" (نہی عن المنکر) کی تنقید و تنقیص میں دیباچے سے لے کر کئی سو صفحات تک (بلکہ اپنی دوسری کتابوں میں بھی) بڑا زور صرف کیا تھا۔ راقم نے ایک عرض داشت اُن کی خدمت میں بھیجی تھی جو عرصے تک اُن کے پاس پڑی رہی۔ آخر مجبور ہو کر اُس کی نقل شائع کرنی پڑی (لیکن اُن کا نام ظاہر نہیں کیا)۔ مرحوم نے اس عرض داشت پر کچھ اعتراضات (اپنی انا کو قائم رکھتے ہوئے) اپنی کتاب رود کوثر کے بعد والے ایڈیشن میں شامل کر کے قارئین کو پھر غلط فہمی میں ڈالنا چاہا اور (اخلاقی اصولوں کو پسِ پُشت ڈال کر) مجھے مطّلع نہیں کیا۔ پھر تجزیے اور واقعات کی غلطیاں تو اپنی جگہ تھیں، انھوں نے سورۃ الممتحنۃ کی آیت (12) کو حضرت مجدّدؒ کا قول سمجھ کر اُس کا مذاق بھی اُڑایا (اللہ تعالیٰ اُنھیں معاف فرمائے۔ آمین)۔ انھوں نے فارسی نثر کا ایک انتخاب دربارِ ملّی کے نام سے شائع کیا۔ اُس میں بھی اپنے شوق کو قائم رکھا یعنی تزک جہانگیری میں سے وہ عبارت نقل کی جو جہانگیر نے حضرت مجدّدؒ کے خلاف (اُن سے عقیدت سے پہلے) لکھی تھی۔ یہ تمام باتیں راقم الحروف کی کتاب باقیاتِ باقیؒ میں درج ہیں۔

اس معرکے کے بعد شیخ محمد اکرام مرحوم مجھ سے ملنے میں جھجک محسوس کرتے تھے لیکن یقیناً انھیں علم کا ذوق تھا۔ چنانچہ علامہ ڈاکٹر محمد شفیع مرحوم (م 1963ء) کے صاحبزادے احمد ربّانی کے پاس کشف المحجوب کا جو قدیم مخطوطہ تھا اُس کی تصحیح کے لیے انھوں نے مجھے کہلایا۔ میں اپنے محترم عزیز مولانا سید محبوب حسن واسطی صاحب کے ساتھ 5 مئی سے 15 مئی (1965ء) تک محترم احمد ربانی صاحب کے یہاں اس مقصد کے لیے مہمان رہا اور دن رات کی ہر فرصت میں کام کیا۔

کشف المحجوب اور لاہور

بات یہ تھی کہ کشف المحجوب کے اس مخطوطے کو حضرت بہاءالدین زکریا مُلتانی علیہ الرحمہ (م 666ھ) کا تحریر کردہ سمجھ لیا گیا تھا۔ اس مخطوطے کے آخری صفحے پر کاتب نے اپنا نام بہاءالدین ذکریا (زکریا نہیں) لکھا تھا۔ جس سے اُس کی علمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنا نام بھی صحیح نہیں لکھ سکتا تھا تو کشف المحجوب کی عبارتوں میں اور الفاظ میں کتنی غلطیاں کی ہوں گی۔ اس آخری صفحے کے بالکل آخر میں 1014ھ لکھا ہوا تھا۔ اُس پر کسی صاحب نے سیاہی ڈال کر اسے 664ھ بنانے کی کوشش کی تھی تاکہ وہ حضرت بہاءالدین زکریا ملتانی علیہ الرحمہ کا لکھا ہوا سمجھا جائے۔ پھر اس میں جتنی مُہریں ہیں وہ سب 1014ھ کے بعد کی ہیں۔

صفیہ بیٹی شنبہ 13 جمادی الاولیٰ 1386ھ (10 ستمبر 1966ء) کو حیدرآباد میں تہجد کے وقت 4 بجے پیدا ہوئی۔ اس نے سہ شنبہ 2 صفر 1394ھ (26 فروری 1974ء) کو صبح 8 بجے قرآن پاک کا ناظرہ مکمل کیا۔ دوسری بار 29 رمضان المبارک 1397ھ کو مکمل کیا۔ الحمدللہ۔

اوچ شریف۔ تھانہ حضرت خیل۔ پشاور

شنبہ 3 اگست 1968ء کو پونے پانچ بجے سہ پہر جناب محمد نذیر بھوپالی کے ساتھ حیدرآباد سے عوامی گاڑی میں روانہ ہوا۔ دوسرے دن راولپنڈی 3 بجے پہنچا۔ ریل گاڑی کا کرایہ 29 روپے 80 پیسے تھا۔ سونے کے لیے مزید 5 روپے دیے۔ اسلام آباد میں تین دن قیام کے بعد 8 اگست کو ہم لوگ پشاور گئے۔ وہاں حضرت مجدد الف ثانی قُدِّس سرّہ کے خلیفہ خواجہ محمد صدیق رحمۃ اللہ علیہ کا مزار کینٹ اسٹیشن کے قریب کچہری روڈ کے پُل کے نیچے ہے۔ اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر اُن کے پیر بھائی مہابت خانؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ اُن کا مزار وہاں کے عام قبرستان میں ہے۔ اُن کے بھائی کا مزار بھی ساتھ ہے۔ عجیب کیفیت ہوئی جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ شہر میں مہابت خان کی تعمیر کردہ مسجد میں ظہر کی نماز پڑھی۔ شہر سے گزر رہے تھے تو ایک بڑے وسیع میدان کے ساتھ سرور جان صاحب کا بورڈ دیکھا۔ یہ (سابق) صدر پاکستان غلام اسحٰق خان صاحب کے خُسر تھے۔ اُن کے ساتھ دو مرتبہ حج کیا تھا۔ خیال ہوا کہ وہی ہوں گے۔ چنانچہ بنگلے میں اطلاع دی۔ وہ فوراً باہر آئے۔ بہت تپاک سے ملے دیر تک اُن کے پاس نشست رہی۔ پھر شنبہ 10 اگست کو پشاور سے بس میں سوار ہو کر دَرگئی۔ بٹ خیل، چک درا ہوتے ہوئے تھانہ حضرت خیل پہنچے۔ وہاں مولانا عبداللہ فاروقی صاحب کے یہاں دو روز قیام

کیا۔ پھر اُن کو ساتھ لے کر ہم لوگ اوچ شریف (ریاست دیر) کے لیے روانہ ہوئے۔ چک درا وہاں سے دو میل پر تھا، پھر گُل باد 3 میل آگے، ورسک ایک میل اور اُس کے ایک میل آگے اوچ شریف پہنچے۔ وہاں حضرت حکیم آغا جان صاحب اور اُن کے صاحبزادے ڈاکٹر جمیل احمد صاحب نے بڑا کرم فرمایا۔ اُن کے جدّ امجد مُلّا محمد نسیم صدیقی علیہ الرحمہ کا مزار ہے۔ وہ حضرت مِرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے۔ جو اپنے شیخ کی شہادت کے وقت کے کپڑے وہاں لے آئے تھے۔ فرغل، تہمد اور وہ دھجّیاں بھی تھیں جن سے آپ کا خون پونچھا گیا تھا۔ وہ تبرکات اور کچھ کتابیں اور خطوط وہاں جامع مسجد کے ایک گوشے "نور محل" میں محفوظ ہیں۔ فرغل پر ایک گولی کا نشان ہے جو ذرا قلب سے اوپر ہے۔ گولی کے دو نشان تہمد پر ہیں۔ حضرت شہید کے مزاج کے استقلال کی داد دینی چاہیے کہ قاتل سے فرمایا تھا کہ تم جلد بھاگ جاؤ، کوئی دیکھ نہ لے۔ پھر احباب نے اُس قاتل کا نام پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اُس کا نام کیا بتاؤں، اُس کا مجھ پر کتنا بڑا احسان ہے کہ مجھے شہادت حاصل ہو رہی ہے۔ اللہ اللہ، کیا شان تھی!

تالاش

اوچ شریف سے 7 میل پر تالاش کے مقام پر حضرت جلال الدین بُخاری رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ وہاں حاضری دی (اوچ شریف کے حکیم آغا جان صاحب نے نور محل کے خطوط کی نقل بعد میں بھیجی جو مرتّب کر کے شائع کی گئی ہے)۔

لائل پور۔ سرگودھا

واپسی پر حضرت خیل ہوتے ہوئے راولپنڈی گئے اور سیالکوٹ میں حضرت مُلّا عبدالحکیم علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری دی۔ وہاں سے سرگودھا گئے۔ چودھری ظہور احمد صاحب وہاں ٹیکسٹائل مِل کے مینیجر تھے۔ وہ سخت ایمان دار تھے۔ مِل کے لوگوں کے لیے پنکھے نہیں تھے تو چودھری صاحب بھی دفتر میں بغیر پنکھے کے بیٹھتے تھے۔ وہ دوسرے دن ہم لوگوں کو اپنی کار میں لائل پور (فیصل آباد) لے کر آئے۔ راستے میں ایک بَستی ملی جس پر نحوست برس رہی تھی۔ میں نے چودھری صاحب سے پوچھا کہ یہ کون سی بستی ہے؟ انھوں نے بتایا کہ یہی ربوہ ہے۔ فیصل آباد میں شیر محمد بلوچ صاحب چیف انجینئر تھے۔ اُن کے مکان سے بھائی عبدالحمید صاحب کو لاہور فون کیا کہ فیصل آباد میں آپ کے والد صاحب کا پتا کیا ہے۔ پتا معلوم ہونے پر اُن کی خدمت میں حاضری دی۔ پھر 19 اگست کو ہوائی جہاز سے مُلتان ہوتے ہوئے (سہ پہر کو) حیدر آباد واپس آئے۔

حج

بحمداللہ 13 فروری 1969ء کو کراچی سے ظہران 2 گھنٹے اور 40 منٹ میں دوپہر کو پہنچا۔ وہاں حمیداللہ صاحب کے دوست اکرم سیفی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ اُن کی اہلیہ حیدر آباد کے حاجی فرید الدین صاحب کی بھانجی ہیں۔ اُنھوں نے بڑا تکلّف کیا۔ پھر رات کو ظہران سے جدہ پہنچا۔ وہاں احمد علی میمن صاحب اور حافظ خلیل صاحب موجود تھے۔ اُن کے ساتھ قبلہ حاجی محمد اعلیٰ صاحب کے بھائی محمد مُسلم

صاحب کے یہاں قیام کیا۔ صبح کو حافظ خلیل صاحب طائف چلے گئے اور میں ہوائی جہاز سے (احمد علی میمن صاحب کے ساتھ) مدینہ منورہ حاضر ہوگیا۔ وہاں سے مکّہ معظمہ حاضری ہوئی۔ چہار شنبہ 26 فروری کوچ ہوا۔ پھر جدہ 2 مارچ کو اور وہاں سے ظہران اور ظہران سے کراچی 3 مارچ کو واپسی ہوئی۔ ظہران میں 43 ریال حج ٹیکس دینا پڑا۔ کُل ٹکٹ -/2251 روپے کا تھا۔

کابل

حیدرآباد سے احمد علی میمن، ڈاکٹر حبیب اللہ، بچل شاہ اور حاجی علیم الدین صاحب کے ساتھ راولپنڈی اور اسلام آباد ہوتا ہوا پشاور پہنچا اور وہاں سے ہم لوگ 22 اگست 1969ء کو قریب 4 بجے افغان ایر لائن کے ڈکوٹا جہاز سے قریب 40 منٹ کے بعد کابل پہنچے کرایہ -/73 روپے تھا۔ لیکن واپسی کا کرایہ -/139 تھا۔ لیکن اگر ایک ہفتے میں واپسی ہوجائے تو صرف -/97 میں آنا جانا ہوسکتا تھا۔ کابل میں جمیل ہوٹل میں قیام کیا۔ اُس وقت پاکستانی روپیہ وہاں کے دس افغانی کے برابر تھا۔ جشنِ کابل 23 اگست کو تھا۔ ہم لوگ اُس میں شریک ہوئے۔ لیکن وہاں ڈاکٹر حبیب اللہ کا بٹوا کسی نے غائب کردیا۔ انھوں نے پولس کو رپورٹ کی۔ پولس نے کمال کر دکھایا یعنی فوراً چور کو پکڑ لیا اور بٹوا واپس دلادیا۔

کابل کے قدیم قبرستان میں دو صحابی حضرت تمیم عدوی رضی اللہ عنہ اور حضرت جُبیر انصاری رضی اللہ عنہ کے مزارات ساتھ ساتھ ہیں۔ اُس وقت کے بادشاہ ظاہر شاہ کے والد نادر شاہ مرحوم نے یہ دونوں مزار سبز سنگ مرمر کے بنا دیے تھے۔ (وہاں رنگین سنگ مرمر کئی قسموں کا ہوتا ہے)۔ یہ دونوں صحابی 44 ھ میں تبلیغ کے لیے تشریف لائے تھے اور شہید ہوئے تھے۔ جمیل ہوٹل سے قریب دو فرلانگ پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت لیث ابنِ قیسؒ کا مزار ہے۔ وہ 81 ھ میں شہید ہوئے تھے۔ اُن کو وہاں دین کا فاتحِ ثانی اور شاہِ دو شمشیر بھی کہا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں شمشیر لیے ہوئے تھے۔ اور اُس حالت میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے۔ کچھ فاصلے پر حضرت عاشقینؒ اور حضرت عارفینؒ کے مزار ہیں۔ وہاں بھی حاضری دی۔ محلّہ سیاہ سنگ میں حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے عزت اللہ مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔

اُن کا سجع ہے: یا مجدّد، عزت اللہ از تو عزت یافتہ

ایک دن صُبح کو بابر بادشاہ کے مزار کی طرف دل میں خود بخود کشش پیدا ہوئی۔ میں نے احمد علی میمن سے کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ ہم لوگ آگے بڑھتے گئے لیکن دریافت کرنے پر کسی نے بھی نہیں بتایا کہ بابر کا مزار کہاں ہے۔ میں نے احمد علی میمن سے کہا کہ آگے چلو۔ پھر ایک ٹیکسی والا مِلا۔ اُس نے بتایا کہ بابر کا مزار مجھے معلوم ہے۔ چنانچہ اُس کی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں پہنچے۔ بہت لطف رہا۔ بابر دراصل آگرہ میں فوت ہوئے تھے لیکن اُن کی وصیت کے مطابق اُن کو کابل میں دفن کیا گیا تھا۔

کابل شہر کے اندر ہی سے کابل دریا شروع ہوتا ہے۔

کابل میں بہت مصروف بازار "شور بازار" کہلاتا ہے۔ وہیں حضرت نورالمشائخ ملّا شور بازار کا مکان ہے۔ اُنھی کے صاحبزادے حضرت ضیاء المشائخ مجدّدیؒ تھے۔ جن کا وسیع مکان قلعہ، جواد میں ہے۔ انھوں نے ہم لوگوں کی بہت پُر تکلف دعوت کی اور بہت شفقت فرمائی۔ اُن کا بہت بڑا کتب خانہ ہے۔ وہاں سے استفادہ کیا۔ (اُن کے بھائی صدرالمشائخؒ تھے جو لاہور میں رہا کرتے تھے۔ لیکن وفات (1973/ 1393ھ) کے بعد کابل میں دفن ہوئے)۔ راقم الحروف نے پانچ اشعار کا قطعہ، تاریخ لکھا جس کے ہر مصرع سے تاریخ بنتی ہے اور کابل میں اُن کے مزار کے کتبے میں درج ہے۔

اُسی زمانے میں اتفاق سے میرپور خاص (سندھ) کے مولانا محمد اسحٰق جان سرہندی (م 1975/ 1395ھ) کابل تشریف لائے تو خوب لطف رہا اور اُن کے ساتھ 13 میل پر پغمان گئے۔ وہاں مولانا عبدالسلام جان سرہندیؒ رہتے تھے۔ اُن کے یہاں حاضر ہوئے۔ اُن کا اور اُن کے عزیزوں کا یہ طریقہ تھا کہ کوئی مہمان آتا تو سلام کے بعد سب سے پہلے حضرت مجدّدؒ کے مکتوبات میں سے کچھ حصّہ پڑھا جاتا۔ پھر دعاء کی جاتی۔ اس کے بعد مہمان کی خاطر تواضع کی جاتی۔ مولانا نے اسی طرح کیا۔ پغمان بہت خوبصورت ہے۔ وہاں دو جھیلیں ہیں۔ قریب ہی قرعہ بھی خوبصورت مقام ہے۔ پغمان کے راستے میں حضرت خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ کابل میں جمال الدین افغانیؒ بھی دفن ہیں۔ تُرکی سے اُن کی نعش یہاں لائی گئی تھی۔ کابل کے لوگ بہت با اخلاق ہیں۔ بازار میں کسی دُکان پر ہم لوگ جاتے تھے تو کئی دُکان والے جمع ہوجاتے تھے۔ اور بہت محبت سے ملتے تھے۔ وہاں سِکھ لوگوں کی بھی بہت سی دُکانیں ہیں۔ کابل میں پیر بھائی ابراہیم صاحب نے بھی ہماری دعوت کی۔

قلعہ، جواد کے قریب بہت بڑا روٹی پلانٹ ہے۔ جو روسیوں نے قائم کیا ہے۔ روس کے اثرات بہت ہیں۔ امیروں کی بیویاں فراک پہنتی ہیں۔ بچّیاں بھی فیشن کی دلدادہ ہیں۔

میں نے اپنی کتاب "تاریخ بہرام شاہ غزنوی" (انگریزی میں) ظاہر شاہ کو بھجوائی۔ اور ایک نسخہ پروفیسر حبیبی کو پیش کیا۔ وہ چونک پڑے۔ کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے اس بادشاہ کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اور آپ نے لکھ دیا۔ پروفیسر حبیبی صاحب ایک مرتبہ (غالباً 1958ء میں) لاہور کے ایک اجلاس میں شرکت کے بعد کراچی جاتے وقت میرے ساتھ گاڑی میں تھے۔ بہت علمی باتیں ہوئیں۔ حبیب گنج اور پٹنہ وغیرہ کی کتابوں کا میں نے اُن سے ذکر کیا تو بہت متاثر ہوئے تھے۔

کابل کے سفر سے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جمعہ 29 اگست 1969ء کو 3 بجے ہوائی جہاز سے واپس ہؤا تھا۔

مولانا عبدالسلام المجدّدی بڑے باکمال شاعر بھی تھے۔ انھوں نے اپنے بزرگ مولانا عبدالستار جان سرہندی کے انتقال پر قطعہ، تاریخ لکھا۔ تاریخی مصرع ان کے تخلص اثیم کے ساتھ اس طرح ہے:

زد رقم سالِ وفا تش را اثیم اندر دعا

"جای او اندر جناں بادا بلطفِ ذُوالمنن"

ھ 1 3 8 6

بغداد شریف۔ کربلا۔ نجف اشرف

18 جنوری 1971ء کو عراقی ایرلائن سے بغداد شریف ہوتے ہوئے جدہ گئے۔ ہم لوگ اس وقت گیارہ افراد تھے۔ بعد میں دوسرے افراد بھی شامل ہوگئے تھے۔ بغداد شریف رات کو پہنچے۔ وہاں بیس گھنٹے قیام کیا اور اس عرصے میں سولہ گھنٹے سفر کیا۔ نہایت عمدہ ٹیکسی تھی۔ اٹھارہ پونڈ میں مل گئی۔ ڈرائیور بھی اچھے مزاج کا تھا۔ ہم لوگ حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرّہ کے مزار اقدس پر پہنچے۔ وہاں رات کو بھی ذکر جہر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہورہا تھا۔ مراقبہ کیا۔ پھر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر پہنچے۔ بہت سجا ہوا تھا۔ وہیں مسجد بھی بہت شاندار تھی۔ دور دور کے طلبہ (بُخارا وغیرہ کے) رات کو بھی وہاں پڑھتے ہوئے ملے حضرت امام موسیٰ الکاظم رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھ امام تقی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ اُن کے احاطے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد) بھی دفن ہیں۔ میں نے ایک شیعہ سے پوچھا کہ یہ سب یا تو شیعہ ہوں گے، یا سب سُنّی ہوں گے کہ ساتھ ساتھ آرام فرما ہیں۔ وہ جواب نہ دے سکا۔ لطف یہ ہے کہ وہیں حنفی مدرسہ بھی ہے۔ پھر 25 میل کے فاصلے پر شہر مدائن ہے۔ وہاں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور اُنھی کے قریب حضرت حُذیفہ ایمانی رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں جو دجلہ کے قریب پہلے دفن تھے۔ پانی آجانے سے انھوں نے شاہ فیصل (عراق والے) کو خواب میں اُن کی قبروں کو وہاں سے ہٹانے کے لیے فرمایا تھا۔ اس لیے وہ دونوں وہاں سے مدائن میں دفن کیے گئے تھے۔ یہ واقعہ 1351ھ کا ہے۔ مدائن کا نام اب سلمان پاک ہے۔ وہاں سے ہم لوگ قریب 4 بجے صبح کربلائے معلیٰ کے لیے روانہ ہوئے۔ غالباً سوا سو میل کا فاصلہ ہے۔ وہاں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کے مزار کے احاطے میں ہم لوگوں نے فجر کی نماز جماعت سے ادا کی۔ وہاں کے بعض حاضرین کو ہماری نماز پسند نہیں آئی۔ پھر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے نجف اشرف گئے۔ جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مزار کہا جاتا ہے۔ وہاں چاروں طرف سے مزار کی طرف رخ کرکے لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ مزار شریف کے چاروں طرف فصیل ہے۔ یعنی چار دیواری ہے۔ ہر دیوار کے دونوں سروں پر دروازے ہیں یعنی آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازے کی دونوں جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فوٹو لگا ہوا ہے۔ کسی فوٹو میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مونچھیں بڑی بنائی گئی ہیں کسی میں داڑھی چھوٹی ہے، کسی میں کچھ صورت ہے۔ میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ ان تصویروں میں کس تصویر کو صحیح سمجھا جائے؟ اُس نے کہا کہ سب تصویریں صحیح ہیں، میں نے کہا کہ آپ نے تو ہر تصویر کو دوسری تصویر سے مختلف بنادیا ہے۔ پھر کس طرح کون سی صحیح ہوگی؟ وہ شخص پھر خاموش ہوگیا۔ وہاں سے فارغ ہوکر قریب سوا بارہ بجے ہم لوگ ہوائی اڈے پر پہنچے اور وہاں سے جدہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جدہ سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ اس مرتبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی شفقت رہی۔ کئی مرتبہ زیارت نصیب ہوئی۔ کبھی صحابہ کرام کے ساتھ، کبھی ازواج مطہرات کے ساتھ اور کبھی صاحبزادیوں کے ساتھ (رضی اللہ عنھم و عنھن)۔ ایک مرتبہ دیکھا کہ عرش کا ایک حصہ وہاں حاضر ہے۔ اور فرشتے مؤدب کھڑے ہوئے ہیں۔ اوپر سے گھٹنوں تک سفید لباس اور گھٹنوں سے نیچے سیاہ لباس تھا۔ بہت خوبصورت تھے اور بُخاری حضرات سے ملتے جلتے

تھے۔ 7 ذی الحجہ (3 فروری 1971ء) کو ہم لوگ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے (5 فروری کو حج تھا)۔ حج کے ارکان ادا کرنے
کے تھے۔ 7 ذی الحجہ (3 فروری 1971ء) کو ہم لوگ مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کے لیے روانہ ہوئے (5 فروری کو حج تھا)۔ حج کے ارکان ادا
کرنے کے بعد جدہ سے بغداد شریف پہنچے وہاں بارش ہورہی تھی تو ہوائی اڈے پر ہی ٹھہرے رہے اور وہیں سے کراچی آگئے۔

اِس سفر میں مدینہ منورہ کے مختلف مقامات پر حاضری دی۔ مسجد قُبا۔ اُس کے پیچھے مسجد شمس، مسجد عزلیس، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا باغ، خاک شفا کا میدان وغیرہ۔ جبلِ اُحد کے اُس غار میں بھی حاضر ہوئے جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے دندانِ مبارک شہید ہونے کے بعد آرام فرمایا تھا۔ وہ جگہ جہاں دندانِ مبارک شہید ہؤا تھا اب مسجد کی شکل میں ہے۔ وہیں ایک چٹان ہے جس پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر لگا کر ٹیک لگائی تھی۔ سر مبارک سے چٹان میں گہرا گڑھا ہوگیا ہے۔ (پیغمبروں پر جب وحی نازل ہوتی ہے تو جہاں وہ تشریف رکھتے ہیں وہاں پتھر موم ہوجاتا ہے جیسے مقامِ ابراہیمؑ ہے)۔ مدینہ منورہ میں باب رحمت کے سامنے سے ایک گلی اندر کو جاتی تھی۔ اس کے شروع ہی میں عکاشہؓ کا مزار ہے پھر آگے چل کر اُسی گلی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبداللہ کا مزار ہے اور گلی کے آخر میں حضرت مالک بن سُنان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔

گلگت۔ ھُنزا

8 اگست 1971ء کو محترم ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ صاحب، اُن کے صاحبزادے شہاب میاں، شعور احمد فاروقی صاحب اور احمد خان صاحب کے ساتھ یہ عاجز حیدرآباد سے قریب ساڑھے چار بجے سہ پہر کو لاہور روانہ ہوا۔ دوسرے دن ہم لوگ قریب 11 بجے صبح لاہور پہنچے۔ ڈاکٹر برکت علی قریشی صاحب مرحوم کے یہاں 2 Bird wood Road میں قیام کیا۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کی پوتی جناب شعور احمد فاروقی صاحب کے صاحبزادے میجر مشہود احمد سے منسوب ہے۔ ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب کو پشاور جانا تھا تو وہ اسی روز ہوائی جہاز سے روانہ ہوگئے۔ ہم لوگ پنج شنبہ 12 اگست کو مِنی ٹیکسی میں لاہور سے سوار ہوئے اور راولپنڈی ہوتے ہوئے اسلام آباد پہنچے۔ 14 اگست کو محمد شریف صاحب بھی حیدرآباد سے آگئے۔ حمیداللہ صاحب اسلام آباد میں تھے۔ اُن کی کوشش سے گلگت کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ آسانی سے مل گیا۔ ایک ٹکٹ کی قیمت -/55 روپے (ایک طرف کی)۔ اب ہم لوگ آٹھ افراد تھے۔ یعنی ڈاکٹر ہالی پوتہ صاحب، اُن کے صاحبزادے شعور احمد فاروقی صاحب، احمد خان صاحب، پیر سرہندی مولانا محمد اسحٰق جان صاحب (میرپور خاص والے)، ڈاکٹر معصومی صاحب، شریف صاحب اور راقم الحروف۔ قریب ایک گھنٹہ کا سفر طے کرکے گلگت پہنچے۔ وہاں میجر مشہود احمد مل گئے۔ انھوں نے ہم سب کو فوجی کیمپ میں دوپہر کا کھانا کھلایا۔ ظہر کی نماز کے بعد انھوں نے ھُنزا جانے کے لیے جیپ کا انتظام کرادیا۔ راستہ دشوار گذار تھا۔ عشاء کے وقت ہم لوگ گنیش مقام پر پہنچے۔ وہاں رات کو آرام کیا۔ صبح کو ناشتے کے بعد وہاں سے روانہ ہوکر شیش کٹ پہنچے۔ وہاں امیر ھُنزا کا ریسٹ ہاؤس ہے۔ پوری ریاست پر نحوست برستی ہے۔ خوجے لوگ ہیں۔ نہ مسجد ہے اور نہ اذان کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ وہاں کا پانی بہت بھاری ہے۔ اگر صبح کو ناشتہ کرلیتے تو دن بھر بھوک نہیں لگتی تھی۔ مَرد وہاں کمزور ہیں اور عورتیں کام کرتی رہتی ہیں۔

سیب اور آڑو ہم شکل اور ہم وزن (چھوٹے چھوٹے) ہوتے ہیں۔ عورتیں اُن کو خشک کر کے پیس لیتی ہیں اور اُسی کی روٹی بنالیتی ہیں، امیر ھُنزا کے چچازاد بھائی سردار بہادر خان سے (چند میل آگے) گُل مِت مقام پر ملاقات ہوئی۔ وہ جوان تھے لیکن کمزور تھے۔ اُنھوں نے ہم سب کو چائے پر مدعو کیا۔ وہاں کے لوگ خوش اخلاق ہیں۔ یہ عاجز اُس وقت قریب ساٹھ سال کا تھا۔ وہ لوگ تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہمارے یہاں عموماً 35 سال عمر ہوتی ہے۔ وہاں فوجی کیمپ کے قریب ایک شخص غلام حسین سُنّی ہوگیا اور نقشبندی سلسلے میں بھی داخل ہوگیا۔ اُس کے تعاون سے وہاں ایک مسجد کی بنیاد ڈالی، (سُنا ہے کہ اب وہ مسجد بہت شان دار بن گئی ہے)۔ وہاں سے قریب 90 میل پر چین کی سرحد خنجراب شروع ہوتی ہے۔ اس پورے علاقے میں چین نے اچھی سڑک تعمیر کی ہے۔ چین کے لوگ دن رات کام کرنے کے عادی ہیں 8 ۔ 8 گھنٹے کام کے تقسیم کرتے ہیں اور دن رات کام ہوتا ہے۔ اس سڑک کے ساتھ پاکستانی فوج نے بھی سڑک تعمیر کر کے جوڑ دی ہے۔ سرنگ سے پہاڑی علاقے کو توڑتے ہیں اور سڑک پر بار بار پہاڑ کے تودے گر جاتے ہیں بلکہ لوگ بھی دب جاتے ہیں۔

سواری کی سہولت نہ ہونے سے ہم لوگ 19 اگست تک وہیں رُکے رہے۔ پھر مجبوراً فوجی جیپ میں صبح ساڑھے آٹھ بجے روانہ ہوکر 10 بجے رات کو بمشکل تمام گلگت پہنچے ہوٹل میں ٹھہرے۔ (ہُنزا کے قریب سیاہ سنگ glacier ہے۔ وہ دنیا کا دوسرا بڑا گلیشیر کہلاتا ہے۔ میرے احباب اُسے دیکھنے گئے تھے لیکن میں نہیں گیا)۔

گلگت پہنچتے ہی (کئی دن کے بعد) بھوک محسوس ہوئی۔ رات کو کھانا کھایا اور عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے۔ صبح کو ناشتے میں وہاں کی Trout مچھلی کھائی۔ 4 بجے سہ پہر کے ہوائی جہاز سے (ہجوم کی وجہ سے) میرے ساتھ احمد خان صاحب ہی آسکے۔ بقیہ حضرات دوسرے دن اسلام آباد میں آملے۔ یہ آسانی محترم حمیداللہ خان صاحب کی وجہ سے حاصل ہوئی ورنہ ہجوم کی وجہ سے کئی دن گلگت میں رُکنا پڑتا۔ پھر ہم لوگ 22 اگست کو کیمبل پور گئے۔ وہاں سے غُر غشتی گئے۔ وہاں میری ننھیال کے افراد (کاکڑ پٹھان) رہا کرتے تھے۔ وہاں کے قبرستان میں جونہی داخل ہوا تو اس قدر کشش ہوئی کہ میں سیدھا اپنے پَرنانا کے والد صاحب (حضرت اخوند محمد بشارت صاحب) کے مزار پر پہنچ گیا اور دیر تک اُن کے فیوض سے مستفیض ہوا۔ الحمد للہ۔

رات کو وہاں سے کیمبل پور آئے۔ آرام کیا۔ دوسرے دن پشاور گئے۔ وہاں کینٹ اسٹیشن کے قریب حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہ کے خلیفہ محمد صدیق علیہ الرحمۃ کے مزار پر حاضری دی۔ عجیب کیفیت رہی۔ پھر پُرانے قبرستان میں اپنے بزرگ مہابت خان کے مزار پر بھی حاضر ہوا۔ سب لوگ ساتھ تھے۔ پھر ہم لوگ کیمبل پور رات کو آگئے۔ وہاں شعور احمد فاروقی صاحب کے عزیز ہدایت اللہ خاں صاحب (ٹیلیفون انسپکٹر) نے مہمان نوازی کی۔ لیکن پشاور سے واپسی پر رات کا کھانا بھائی عبدالسلام صاحب مرحوم کی منجھلی صاحبزادی کے یہاں کھایا۔ دوسرے دن اسلام آباد پہنچے اور 20 اگست کو سیالکوٹ (محلہ بجلی گھر) میں حضرت مجدد الف ثانی قدّس سرّہ کے خلیفہ مُلّا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے، پھر رات کو ٹیکسی سے لاہور پہنچے۔ اور 28 اگست کو وہاں سے ریل میں سوار ہو

کر 29 اگست کو حیدر آباد واپس ہوئے۔ لاہور پہنچنے پر محترم ڈاکٹر بالی پوتہ صاحب (مع شہاب میاں) رات ہی کو حیدر آباد کے لیے روانہ ہوگئے تھے۔ ہم لوگ چند گھنٹوں کے لیے بھائی عبدالحمید صاحب کے یہاں ٹھہر گئے تھے۔

سیالکوٹ

5 اگست 1972ء کو میرے ساتھ ضمیر صاحب، شریف صاحب اور مُزمّل صاحب قریب ڈھائی بجے دن کو تیزرو گاڑی سے لاہور کے لیے روانہ ہوئے۔ دوسرے دن اتوار کو قریب ساڑھے آٹھ بجے صبح لاہور پہنچے۔ میرے بہت عزیز شاگرد ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب اُس وقت وہاں انکم ٹیکس کے بہت بڑے افسر تھے۔ C-6, Taxation Colony, Gulberg 3 والے بنگلے میں قیام کیا۔ اُس زمانے میں راقم الحروف نے پاک و ہند کے فارسی ادب کی تاریخ انگریزی میں لکھی تھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کے نام مُعنوَن کی تھی۔ اُنھوں نے اس تاریخ کی طباعت کرائی تھی۔ رات ساڑھے نو بجے تک پروف کی تصحیح کرتا رہا۔ اتفاق سے مولانا افسر میرٹھی بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ دوسرے دن افتخار صاحب ہم لوگوں کو اپنے بنگلے پر لے گئے۔ دوپہر کا کھانا کِھلایا۔ پھر شام کو ڈاکٹر برکت علی قریشی صاحب مرحوم کے پوتے سعادت علی قریشی نے کھانا کِھلایا۔ بلکہ رات کو ہم سب نے اُن کے یہاں قیام کیا۔ دوسرے دن منگل کو ناشتے کے بعد قریب پونے چھ بجے چھوٹی بَس میں سوار ہو کر ہم لوگ اسلام آباد پہنچے۔ اور حمید اللہ خان صاحب کے مہمان ہوئے۔ بُدھ کی شام کو میرے ہم زُلف حبیب علی امدادی صاحب نے ہم لوگوں کی دعوت کی۔ جمعرات کو ناشتے کے بعد راولپنڈی سے ہمارے ساتھ حمید اللہ صاحب، بھائی عبدالستار صاحب اور محترم حاجی محمد اسلم صاحب بھی قریب پونے سات بجے سیالکوٹ کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں قریب 11 بجے دن کو پہنچ گئے۔ اور سیدھے حضرت مُلّا عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اُن سے پاکستان کے استحکام اور سالمیت کے لیے دعا کی درخواست کی۔ پھر حاجی محمد اسلم صاحب کے چھوٹے بھائی صاحب کے یہاں دوپہر کا کھانا کھایا۔ وہاں سے لاہور واپس ہوئے۔ ڈھائی گھنٹے کا سفر تھا۔ مُغل پورہ میں عزیز صاحب کے یہاں شام کا کھانا کھایا۔ یہ محترم ضمیر صاحب کے دوست ہیں۔ پھر ہم لوگ سعادت علی قریشی صاحب کے بنگلے پر پہنچ گئے۔ وہاں بھائی عبدالحمید صاحب تشریف لے آئے۔ دوسرے دن بھائی موصوف کے یہاں ناشتہ کیا۔ 6 اگست کو حضرت داتا گنج بخش قدّس سرّہ کے یہاں حاضری دی تھی۔ اب دوبارہ موقع نہ مل سکا۔ جمعہ کو دوپہر کا کھانا سعادت علی قریشی صاحب کے یہاں کھایا۔ پھر 2 بج کر 50 منٹ پر ہم لوگ ریل سے ساہیوال کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں ساڑھے پانچ بجے پہنچے۔ پھر بَس میں سوار ہو کر 28 میل کا سفر طے کر کے 8 بجے شام کو پاک پٹن شریف پہنچے، وضو کر کے حضرت بابا فرید شکر گنج قدّس سرّہ کی خدمت میں حاضری دی۔ عشاء کی نماز پڑھ کر ایک کمرے میں آرام کیا۔ وہاں ہر طرح کا صاف سُتھرا انتظام ہے۔ تہجّد کے وقت مراقبہ کیا۔ پھر فجر کی نماز کے بعد دیر تک بابا صاحب قدّس سرّہ کی خدمت میں بیٹھنا نصیب ہوا۔ پاکستان کے استحکام کے لیے دُعا کی درخواست کی۔ پھر اُسی دن قریب 9 بجے صبح ہم لوگ بَس میں سوار ہو کر 129 میل کا طویل سفر طے کر کے مُلتان قریب پونے تین بجے دن کو پہنچے۔ گرمی زیادہ تھی۔ مُلتان پہنچ کر ظہر کی نماز پڑھی اور کھانا کھایا۔ پھر حضرت بہاء الدین زکریا قدّس سرّہ (اُن کے ساتھ ہی اُن کے صاحبزادے حضرت صدر الدین علیہ

الرحمۃ) اور پھر اُن کے پوتے حضرت رُکن عالم رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں حاضر ہوئے۔ بڑی شفقت حاصل ہوئی۔ پھر قریب ساڑھے چھ بجے شام کو تیز گام سے روانہ ہوکر دوسرے دن صبح کو 7 بجے (13 اگست) حیدر آباد پہنچے۔

اسی علاقے میں حضرت شمس سبزواری علیہ الرحمہ اور اُن کے صاحبزادے ہیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ وہ شیعہ تھے۔ لیکن مجھے یقین نہیں آتا۔ مجھ پر ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ بہت ضعیف تھے کمر جُھک گئی تھی اور اُن کے صاحبزادے حافظ تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حج

بحمداللہ 27 دسمبر 1972ء کو پھر حج کے لیے روانگی ہوئی۔ محترم ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ صاحب، اُن کی بیگم محترمہ آپا امینہ، محترمہ آپا امیر بانو، محترمہ آمنہ بھٹا، ڈاکٹر عبدالقدوس صاحب، اُن کی بیگم محترمہ تسنیم صاحبہ، عبدالہادی صاحب، ضمیر صاحب، محمد صدیق صدیقی صاحب، عبدالقدیر صاحب، ڈاکٹر ابراہیم خلیل صاحب اور عبدالرحیم عُقیلی صاحب ساتھ تھے۔ میرے داہنے گھٹنے میں تکلیف تھی اور قریب ڈھائی ماہ سے کرسی میز پر نماز پڑھا کرتا تھا۔ 28 دسمبر کو جدّہ سے مدینہ منورہ کے لیے ہم لوگ روانہ ہوئے تو راستے میں ظہر کی نماز پڑھی اور گھٹنے کی تکلیف بالکل ختم ہوگئی۔ بہت بڑا انعام ہوا۔ کس زبان سے شکر ادا ہوسکتا ہے! مدینہ منورہ میں قریب 12 گھنٹے کے سفر کے بعد 12 بجے رات حاضری نصیب ہوئی۔ ہمارے حضرت مولانا عبدالغفور صاحب علیہ الرحمہ کے مکان میں جگہ نہیں تھی تو ایک دوسرے مکان میں قیام کیا۔ جمعہ 29 دسمبر کو تہجّد اور فجر کے وقت سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضری نصیب ہوتی رہی۔ سب جماعت کے لیے دعا کی درخواست کی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ایک طُغریٰ دِکھائی دیا جس پر لکھا ہوا تھا :

طُوبیٰ لھم وحُسنُ مَآب — بے حد کرم ہوا۔ شکر ادا کرنا بھی طاقت سے باہر ہے۔

ہم لوگ 7 ذی الحجہ (11 جنوری 1973ء) کو مدینہ منورہ سے مکّہ معظمہ روانہ ہوئے۔ معلّم احمد سلقی نے ہم لوگوں کا بہت خیال رکھا۔ حج 13 جنوری کو ہوا۔ ہمارے ایک ساتھی عبدالرحیم عُقیلی صاحب 11 ذی الحجہ کی شام کو رمی کرتے ہوئے دل کے عارضے سے فوت ہوگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مکّہ معظمہ سے 22 جنوری کو جدّہ اور 23 جنوری کو (ہوائی جہاز سے) کراچی پہنچے الحمد للہ۔

مہمانانِ گرامی

حُسین حِلمی عشق، استنبول (تُرکیہ) کے مشہور عالم اور نقشبندی بزرگ ہیں اُنھوں نے اپنے داماد انور کو مجھ عاجز سے ملاقات کے لیے بھیجا تھا۔ اُن کے ساتھ اُن کے عزیز ابراہیم اور احمد بھی تھے 20 شوال 1393ھ (19 ستمبر 1973ء) کو غریب خانہ پر (حیدر آباد) تشریف لائے۔ حُسین حلمی کی متعدّد تصانیف (عربی، فارسی اور انگریزی میں) اپنے یہاں ہیں انھوں نے حضرت مجدّد الف ثانی قدس سرّہ کے مکتوبات اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے مکتوبات اور کئی کتابیں (جو ہماری شائع کردہ ہیں) عکس لے کر شائع کی ہیں۔

پھر 3 ستمبر 1974ء کو محترم حسین حلمی عشق کے شاگرد محمد یوجل سالمہ طومر Mehmet Yucel Salma tomruk Cad اور اُن کے ساتھی زکی حلب Zeki Celep استنبول سے مجھ عاجز کے پاس تشریف لائے۔

ڈاکٹر علی ابوبکر (پی ایچ ڈی) گھانا سے استنبول گئے۔ وہاں سے پھر مجھ عاجز سے ملنے کے لیے یہاں حیدرآباد 25 جولائی 1976ء کو تشریف لائے۔ یہاں سے پھر کابل تشریف لے گئے۔

مولانا عبدالمعبود صاحب

مولانا سید عبدالمعبود صاحب دو شنبہ 11 صفر 1397ھ (31 جنوری 1977ء) کو مراقبہ کے وقت محترم عبدالرحیم میمن صاحب کی عنایت سے غریب خانے پر تشریف لائے۔ بکثرت مرد اور عورتیں اُن کی زیارت کے لیے حاضر ہوئیں۔ مولانا کی عمر اس وقت 153 سال تھی۔ دوسرے دن عبدالرحیم میمن صاحب کے مکان پر انھوں نے بتایا کہ وہ 1268ھ میں حضرت امداد اللہ مہاجر مکّی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تھے۔ مولانا نے اپنا عربی نعتیہ قصیدہ سُنایا جو اُنھوں نے ایک سو سال پہلے لکھا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کا فوٹو اُن کو دِکھلا کر دریافت کیا کہ وہ صحیح ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ صحیح ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ اُنھوں نے جب وہ حصّہ دیکھا تھا تو اُس وقت کچّی دیواریں تھیں۔ تیرہ سیڑھیاں اور پانچ جالیاں تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھا کے مزار اقدس کے متعلّق دریافت کیا کہ کہاں ہے۔ فرمایا کہ جنت البقیع ہی میں ہے۔

اِس عاجز نے چائے وغیرہ پیش کی تو برجستہ ایک غزل بناوی جس کی ردیف چائے تھی۔ ایک مصرع یاد رہ گیا ہے: ع از برائے مصطفیٰ صاحب چہ خنداں است چائے۔ کہا جاتا ہے کہ مولانا نے ہمارے مولانا عبدالغفور عباسی مدنی علیہ الرحمہ کی پیدائش کے وقت اُن کے کانوں میں اذان دی تھی۔ راقم الحروف نے دیکھا ہے کہ مولانا عبدالغفور صاحب اُن کو مدینہ منورہ سے جدّہ تک پہنچانے کے لیے جدّہ تشریف لائے تھے۔

مولانا عبدالمعبود صاحب نے شنبہ 16 ربیع الاول 1406ھ (30 نومبر 1985ء) کو اسلام آباد میں وفات پائی۔

بعض واقعات

حضرت شاہ زوار حسین صاحب علیہ الرحمہ کی اجازت سے حیدرآباد آتے ہی مغرب کے بعد (پیر اور جمعہ کو) مراقبہ شروع کردیا گیا۔ مغرب سے پہلے کچھ مسائلِ شرعیہ کی تعلیم اور قرآن خوانی ہوا کرتی ہے۔ دو شنبہ 12 رجب 1390ھ (14 ستمبر 1970ء) کو مغرب کے بعد مراقبہ شروع ہوا تو دیکھا کہ ملک الموت عزرائیل علیہ السلام تشریف لائے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک صاحب تھے جنھوں نے اُن سے میری شناخت کرائی تھی اور جونہی میں نے اُن کی طرف نظر کی تو وہ چھپ گئے۔ عزرائیل علیہ السلام میرے سامنے بائیں طرف کو کھڑے

ہوئے تھے۔ اُن کی ریش مبارک ایسی معلوم ہوتی تھی کہ گویا مہندی لگی ہوئی ہے۔ اُن کے تشریف لانے سے انسانی کمزوری کی وجہ سے خوف پیدا ہوا (منجھلے بھائی صاحب کو بھی اُن کی زیارت ہوئی تھی) لیکن قریب ایک ماہ کے بعد (روحی فداہ) حضور انور ﷺ نے شب پنج شنبہ 20 شعبان 1390ھ (21 ـ 22 اکتوبر 1970ء) کو مجھ سیاہ کار کو کئی گھنٹے اپنے ساتھ رکھا۔ کس زبان سے شکر ادا کروں! ایسی شفقتیں بارہا نصیب ہوئیں۔ الحمدللہ۔

ایک شخص کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی انھوں نے فرمایا کہ مجھے مسلمان قوم سے شرم آتی ہے کہ میری قوم نے اُن کو بہت دھوکے دیے ہیں۔

کراچی میں ایک بزرگ کو یعقوب علیہ السلام کی زیارت ہوئی تو انھوں نے پوچھا کہ آپ کو یوسف علیہ السلام سے اس قدر محبّت کیوں تھی (کچھ اعتراض کا پہلو تھا)۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا "تم نے میرے یوسف کو دیکھا ہے؟" اس سوال پر وہ بزرگ بے ہوش ہو کر گر پڑے بلکہ تمام مقامات سلوک بھی کھو بیٹھے۔

حضرت شاہ زوار حسین صاحب علیہ الرحمہ سے ستمبر 1949ء کی کسی تاریخ میں مظفر گڑھ میں بیعت ہوا تھا۔ لیکن اُس سے پہلے جس دن مجھے گرامی نامے میں ذکر و مراقبہ کا طریقہ (حضرت صوفی محمد احمد صاحب مرحوم کے توسط سے) عنایت فرمایا تھا، مجھ پر اُن کی خاص شفقت رہی اور محض اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل سے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ایسی کیفیات حاصل ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کسی طرح بھی ادا نہیں کر سکتا۔ کتاب تاریخ اسلاف 1383ھ میں اُس کے تاریخی نام کے ساتھ شائع کی تھی۔ اُس پر بکثرت کیفیات درج ہیں۔ اُن کو ہر وقت اور ہر زمانے میں پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی۔ لیکن پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح لوگوں کو معلوم ہوگئیں۔ بارگاہِ الٰہی میں بے حد شرمندگی کے ساتھ توبہ کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ اس کے بعد جو کیفیات وارد ہوئی ہیں اُن کا ذکر، (کم و بیش) میری غیر مطبوعہ بیاض میں ہے۔ کس مُنہ سے بیان ہو اور کیوں ہو؟

اللہ تعالیٰ کے بے پایاں احسانات کو بیان کرنے کے لیے زبان و قلم دونوں میں طاقت نہیں۔ کسی بزرگ کا شعر ہے:

بیرونِ گور لافِ کرامت چہ می زنی
ایماں اگر بہ گور بَری صد کرامت ست

اللہ تعالیٰ سے نہایت عاجزی کے ساتھ آخرت میں پردہ پوشی کی درخواست کرتا ہوں۔

ضمیمہ (1) — نوادر

(الف) ایک نادر حدیث

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت بیان کیا کہ میں نے ایک حدیث چُھپا رکھی ہے وہ سُنادوں۔ حضور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو اللہ تعالیٰ ایک اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی (پھر بخشش مانگتی) اور اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیتا"۔ " (ارحم الراحمین کی کیا شان ہے)۔

(مسلم شریف۔ جلد 2۔ صفحہ 204 باب 473۔ توبہ کا بیان۔ حدیث 1017)

(ب) ایک نادر حدیثِ مصافحہ
(جِن صحابی شمھورش رضی اللہ عنہ سے متعلق)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدّثنا و صافحنا المولٰنا القاری ضیاء الدین احمد 28 شوال 1354 ھ فی بلدۃ علی گڑھ۔ قال حدّثنا و صافحنا المولٰنا اشرف علی التھانویؒ ثانی رجب المرجب 1316 ھ فی بلدۃ الہ آباد۔ قال حدثنا و صافحنا مولانا الشیخ الاجل المولوی محمد یعقوب الصدیقی النانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ سادس ذی الحجہ 1297ھ من الھجرۃ فی الدیوبند قال حدثنا و صافحنا مولانا الشیخ الاجل القاری عبدالرحمٰن الپانی پتی قال حدثنا و صافحنا مولانا الشیخ عبدالمحسن بن محمد طاہر سنبل المکّی ثم المدنی حین نزولی و نزولہ فی بلدۃ بنارس سابع شعبان المعظم 1257ھ من الھجرۃ عن مولانا وسیّدنا السیّد الصالح البخاری عن مولانا وسیدنا السیّد عبدالوھاب البابلی عن مولانا الشیخ اسمٰعیل عن مولانا الشیخ احمد المنینی عن مولانا الشیخ عبدالغنی المقدسی عن الشیخ ابی محمد القاضی شمھورش الصحابی عن سیدنا النّبی صلی اللہ علیہ وسلم اِنہٗ قال مصافحنی یا شمھورش فانہٗ من صافحنی اوصافح من صافحنی الیٰ سبع مرّات دخل الجنّۃ من غیر سابقۃ العذاب"۔

(ج) ایک نادر شجرہ (جِن خلیفہ سے متعلّق)

سراج احمد خان سلّمہ کے خُسر ڈاکٹر رفیق احمد خان کے ماموں مرزا ممتاز علی بیگ مرحوم (م 1402 ھ 1982ء) کی ایک بیاض میں ایک شجرہ درج ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی قدّس سرّہ (م 1034 ھ) کے ایک خلیفہ جِن تھے جو قلعہ رہتاس (پنجاب) کے بُرج میں رہتے تھے (نام معلوم نہیں)۔ اُن کے خلیفہ سعدی (لاہوری ؟) تھے۔ اُن کے خلیفہ شاہ خان محمد لودھی تھے۔ اُن کے خلیفہ شاہ محمد قریشی لاہوری۔ اُن کے خلیفہ میاں محمد سندھی تھے (جن کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی براہِ راست فیض حاصل تھا)۔ اُن کے خلیفہ محمد زکریا تھے (اُن کو بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست فیض حاصل تھا)۔ اُن کے خلیفہ صوفی آبادانی سیالکوٹی تھے۔ اُن کے خلیفہ اللہ یار بیگ خان تھے۔ (یہ اردو کے مشہور شاعر سعادت یار خان رنگیں المتوفی 1251 ھ کے بڑے بھائی تھے)۔ اُن کے خلیفہ صوفی احمد یار بیگ خان رومی تھے اور اُن کے خلیفہ صوفی احمد یار بیگ خان ثانی بُخاری تھے۔

صوفی احمد یار بیگ خان ثانی بُخاری نے اپنی بہن حامدہ خانم کو 22 شعبان 1283 ھ کو پنج سورہ نقل کر کے ہدیہ کیا تھا۔

حامدہ خانم کے شوہر مرزا نیاز علی بیگ تھے۔ اُن کے بیٹے امتیاز علی بیگ۔ اُن کے بیٹے امداد علی بیگ اور اُن کے بیٹے ممتاز علی بیگ (م

1982ء) تھے۔ اُن کے چار بیٹے (1) سرفراز علی بیگ (2) فیاض علی بیگ (3) مظفر علی بیگ اور (4) معظم علی بیگ ہیں۔ سعادت یار خان رنگیں کے نبیر گان میں سے مِرزا علی بیگ (ولد حامد علی بیگ) نے جناب ممتاز علی بیگ (ولد امداد علی بیگ) کی شادی کے موقع پر 15 رجب 1345ھ کو دیوانِ حافظؒ کا ایک قلمی نسخہ ہدیہ کیا تھا۔ وہ غرۂ شعبان المعظم جمعہ 1074ھ کا لکھا ہوا تھا۔ شروع میں مقدمہ فارسی میں ہے اور بالکل آخر میں یہ اشعار ہیں:

آں کہ از سرِ غیب گوید راز ـ ہست دیوانِ خواجہ شیراز

دیوانِ شریفِ خواجہ حافظ ـ بے جامِ مئے مغانہ بکشای

بے نظمِ لطیفِ او ازیں پس ـ اے مطربِ خوش سرای سرآی

یارب چو روانِ پاکِ حافظ ـ بادا بہ بہشت عدن ماوٰی

ضمیمہ (2)

سِنین۔ سُموت۔ ایّام۔ اعداد

Here are the nine Pre-Islamic Persian months that are found in the Inscriptions of . Behistun:

Pre-Islamic Persian months	Babylonian months
Viyakhna	Adar
Garmapada	x
Bagayadish	x
Atriyadiya	Kislav
Anamaka Tebat	Tebat
Thuravahara	Iyyar
Thaigarcish	Sivan
Adukanisha	x
Markazanash	x

The other three Pre-Islamic Persian months are not known (See " The Inscriptions of Darius the Great at Behistum" London, 1907, p.37).

Persian months (یزدجردی)

(بہار) حمل۔ ثور۔ جوزا or فروردین۔ اردی بہشت۔ خُرداد 21st March to 20th June

(تابستان) سرطان۔ اسد۔ سُنبلہ or تیر۔ مُرداد۔ شہریور 21st June to 20th Sept.

(پائیز) میزان۔ عقرب۔ قوس or مہر۔ آبان۔ آذر 21st Sept. to 20th Dec.

(زمستان) جدی۔ دلو۔ حوت or دَے۔ بہمن۔ اسفندار 21st Dec. to 20th March

From 1304 A.H. (1886 A.D.) the first six months have 31 days, and then the other FIVE months have 30 days. The last month has 20 days.

غیاث اللغات (صفحہ 321 ۔ 325) میں مختلف تاریخوں کی تفصیل ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ ان سب مہینوں کے دن عیسوی مہینوں کے مطابق ہوتے ہیں لیکن ہر ماہ میں تیس دن ہوتے ہیں۔ یعنی 360 دن بن جاتے ہیں۔ بقیہ پانچ دن خمسہ مسترقہ کہلائے جاتے ہیں اور وہ ماہ اسفندار میں بڑھا دیے جاتے ہیں 1/4 کسر باقی رہتی ہے تو اُسے متاخرین ترک کر دیتے ہیں۔ لیکن متقدمین اس کسر کو 120 سال میں جوڑ کر ایک ماہ بنالیتے ہیں اور وہ سال 13 ماہ کا ہوتا ہے۔ جلال الدین ملک شاہ سلجوقی کے زمانے سے جلالی سال شروع ہوا۔ لیکن اُس کے مہینے بالکل یزدجردی جیسے ہوتے تھے۔

البیرونی کے قول کے مطابق قدیم ایرانی سال 360 دن کا ہوتا تھا۔ ہر 6 سال کے بعد ایک ماہ بڑھا دیا جاتا تھا اور ہر دو مہینے 120 دن کے بعد بڑھا دیتے تھے۔ یزدجرد (م 651ھ) کی وفات کے 70 سال بعد پھر سے دو ماہ بڑھائے جانے لگے۔ (5 دن خمسہ، مسترقہ کے علاوہ)۔

The Encyclopaedia of Religion & Ethics by James Hastings, 1953, Vol.III, p.129.

جدید ایرانی شمسی سال 1925ء سے شروع ہوا ہے۔ فروردین سے شہر یور تک 31 دن اور مہر سے اسفند تک 30 دن۔ اس میں 40 جوڑ دیں تو ہجری قمری اسلامی بن جاتا ہے۔

(1) ہجری سے عیسوی بنانے کا طریقہ: ہجری میں 622 جوڑ دیں۔ ہجری سال کو 32 سے تقسیم کریں جو حاصلِ تقسیم ہو اُس کو اُس جوڑ میں سے گھٹا دیں۔ مثلاً آج کل 1419ھ ہے۔ 622 جوڑ دیں تو 2041 ہوئے۔ 1419ء کو 33 سے تقسیم کریں تو حاصلِ تقسیم کو اُس جوڑ سے گھٹا دیں۔ یعنی 1419 کو 33 سے تقسیم کیا تو حاصلِ تقسیم 43 ہوا۔ اُس کو 2041=622+1419 میں سے گھٹایا تو 1998 بچے۔

(2) عیسوی کو ہجری بنانے کا طریقہ: عیسوی میں سے 622 گھٹا دیں۔ جو کچھ بچے اُس کو 32 سے تقسیم کر دیں۔ حاصلِ تقسیم کو بچے ہوئے عدد میں جوڑ دیں۔ مثلاً 1998ء ہے۔ 622 کم کیے تو 1376 بچے۔ اس کو 32 سے تقسیم کیا تو حاصلِ تقسیم 43 ہوا اس کو بچے ہوئے 1367 میں جوڑ دیں 1419 بنا۔

قدیم فارسی میں شمال جنوب کے نام اس طرح آئے ہیں:

پہلوی نام اپاختر۔ باختر (شمال)

کوستِ خور آسان (مشرق) ———— کوستِ خور بران (مغرب)

کوست نیمروج۔ نیمروز (جنوب)

ایک قدیم لفظ آتور پاتکان (آذر بائیجان) بھی کتابوں میں ملتا ہے۔ یعنی شمال مغربی

یہ معلوم کرنا کہ کس مہینے کا پہلا دن کون سا ہوگا:

ذی الحجہ ۔ ہفتہ۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار

ذی قعدہ ۔ جمعہ۔ اتوار۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ ہفتہ

شوال ۔ بدھ۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ منگل۔ جمعرات

رمضان ۔ منگل۔ جمعرات۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ بدھ

شعبان ۔ اتوار۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ ہفتہ۔ پیر

رجب ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ اتوار

جمادی الآخر ۔ جمعرات۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ منگل۔ بدھ۔ جمعہ

جمادی الاول ۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ جمعرات

ربیع الآخر ۔ پیر۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ منگل

ربیع الاول ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار

صفر ۔ جمعہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ ہفتہ

محرّم ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات

5 3 6 1 4 7 2 8

ہجری سال کو 8 سے تقسیم کریں جو باقی بچے اُس عدد کے خانے میں ماہِ مطلوبہ کے سامنے والا خانہ دیکھیں۔ جو دن ہوگا وہ ماہِ مطلوبہ کا پہلا دن ہوگا۔ مثلاً معلوم یہ کرنا ہو کہ اس سال ربیع الآخر کا پہلا دن کون سا ہوگا تو 1419ھ کو 8 سے تقسیم کریں تو 3 بچے گا 3 کے اوپر ربیع الآخر کا پہلا دن ~~ہفتہ~~ اتوار آتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سال اور مہینوں کا نقشہ جو عہدِ قدیم سے اس وقت تک جاری ہیں

١	٢	٣	۴	۵	٦	٧	٨	٩	١٠	١١	١٢
اسلامیہ عربیہ سنہ[1]	ہند و عرب وغیرہ میں عموماً جاری ہے										
محرّم	صفر	ربیع الاوّل	ربیع الآخر	جمادی الاوّل	جمادی الآخر	رجب	شعبان	رمضان	شوال	ذیقعدہ	ذی الحجہ
فارسی	پارسیوں میں جاری ہے اور حیدر آباد دکن میں ماہ الٰہی کے نام سے چلتا ہے										
فیروزدین	اُردی بہشت	خُرداد	تیر	امرداد	یور	مہر	آبان	آذر	دَے	بہمن	اسفندار
ہندی	تمام ہندوستان میں جاری ہے۔										
چیت	بیساکھ	جیٹھ	اساڑھ	ساون	بھادون	کنوار/اسوج	کاتک	اگہن/مگھر	پوس	ماگھ	پھاگن
انگریزی	ہندوستان و انگلستان میں جاری ہے۔										
جنوری	فروری	مارچ	اپریل	مئی	جُون	جولائی	اگست	ستمبر	اکتوبر	نومبر	دسمبر
اسکندری	قسطنطنیہ و دیگر ممالک عثمانیہ میں جاری ہے۔										
تشرین اوّل	تشرین ثانی	کانون اوّل	کانون ثانی	شباط	اذار	نیسان	ایار	حزیران	تموز	آب	ایلول
یہود بنی اسرائیل	یہودیوں میں اب تک جاری ہے۔										
التشری	مرحشوان	کسیلو	طیوبث	شیوط	ازار	نیسن	ایر	سیوان	تموز	اوند	الول
قبطی قدیم	قبطی جدید	قبطی بخت نصری	ثمود	عرب العاربہ	عرب	الایغورۃ ترکیہ۔ ان میں سے کوئی سنہ جاری نہیں ہے،					
توت	بوونی	انور	سواق	طوبی	ماکیر	فامینوت	برمویق	ماجون	باونی	ابیفی	ابیقا
توت	بابہ	ہتور	کیہک	طوبہ	امشر	برمہات	برمودہ	بشنس	بودنہ	ابیب	مسری
توت	فارمی	انور	اکرات	طوبے	ناخر	فامشوب	فی مویق	ماجون	باونی	افنس	ماسوری
موجب	موجر	ملزم	مصدر	مور	ہوبر	ہوبل	موہا	دسمیر	وابر	حبقل	مسیل
ناتق	نقیل	طلیق	اسخ	انخ	ملک	کسح	زاہر	نوط	حرف	لبغش	وزنہ
موتمر[1]	ناجر	خوان	صوان	ختم	زبا	اصم	عادل	بایق	دوغل	ہواع	برک
کلو[2] موش	اوصلہ گاؤ	بارس ازدیہ	طوشدان خرگوش	لو ازدہا	بیلان سانپ	لوند گھوڑا	قرس گوسفند	سخن بندر	وافوق مرغ	ابیت سگ	شفور خوک
بوس[3]	فراونوس	مارطوس	افریبون	مانوس	بوسیوس	بولبوس	اوعطوس	سطی بوس	اوقطومرس	لواحراوس	دوقمطربوس
نوشرق[4]	حورجو	نیس	شال	اشاحد	مرنجدی	قفکان	لایاع	فنشوع	سمافوع	اولمد	شوم
خیر[5]	بنشاک	حسرت	اشارہ	سراش	اشوحح	نہادرت	کارنک	منکہر	لوسن	مالکہ	مالکی

[1] سنہ اسلامیہ عربیہ یعنی سنہ ہجری کی ایجاد کے بعد یہ سب بند ہوگئے۔ اور ہر مہینے کے معنی میں قریباً وہی نسبت ہے جو محرّم وغیرہ میں ہے۔ [2] سلاطین چنگیزیہ کے زوال کے بعد بند ہوا۔ [3] جاری نہیں ہے۔ [4] سلطنت کے ساتھ زوال پذیر ہوا۔
[5] ابوریحان بیرونی نے اس سنہ کو مہاراجہ سنکاک کے نام سے منسوب کیا ہے۔ صدہا سال جاری رہ کر بند ہوا۔ (بشکریہ صوت الاسلام" فیصل آباد)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا

استاذی :-

ضیاء الدین احمد المکرم

سنہ ۱۲۹۰ھ

سجع و تاریخ ولادت آنحضرت مدظلہ

از ....

غلام مصطفےٰ خان جبل پوری

کنگ ایڈورڈ کالج - امراؤتی (برار)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماءِ دین و مفتیانِ شرع اس مسئلہ میں کہ پڑھنا اور پڑھانا کلام مجید کا ساتھ سبعہ کے بہ سبب ایک روایت کے، کچھ ثواب اور اجر زائد رکھتا ہے یا نہیں؟ اور نفس سیکھنا اور سکھانا اِن قراءت کا سنت ہے یا واجب ہے یا فرض ہے؟

الجواب:- [قرآن پڑھنا نماز میں] فرض عین ہے ہر شخص پر، یہ زیادہ پڑھنا واجب ہے یا سنت ہے؟ ہر شکل میں ہر حرف کے پڑھنے میں دس نیکیوں کا ثواب ہے۔ تجوید واجب ہے قریب فرض کے، تاکہ تحریف قرآن کی نہ لازم آوے۔ شعرِ جزری رحمہ اللہ:-

الاخذ بالتجوید حتم لازم۔ من لم یجوّد القرآن فهو آثم

یہ سب احکام وجوب اور سنیت اور فرضیت کے تمام قرآن کے واسطے ہیں مع سبع قراءت بھی قرآن منزل اور متواتر ہیں سواء وجوہ صغیرہ کے، کہ وہ متواتر بالنوع ہیں اور پڑھنا اور تعلیم اور علم قرآن کا مع سبعہ قراءت کے فرض علی الکفایہ ہے۔ ہر طرف میں ایک آدھ ماہر اُس کا ضرور ہے اور جو کل آدمی اس کو ترک کریں گے تو ہر شخص گنہگار ہوگا کہ محافظتِ قرآن میں غفلت کی۔ ہمارے جناب میاں صاحب ہمیشہ ہم کو تاکید فرمایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا علم یعنی قرآن اور حدیث، دنیا میں کام نہیں آتی، اس واسطے لوگ اِن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ میں ہمہ تن حدیث کی خدمت کرتا ہوں تا گنہگار نہ ہوں، تم کو بھی چاہیے کہ روایت قرآن کی کیا کرو اور سبعہ قراءت کا درس دیا کرو۔ میں نے عرض کیا کہ طالب سبعہ قراءت کے بہت کم آتے ہیں، میں معذور ہوں۔ فرمایا ترغیب اِس علم کی کیا کرو اور میں بھی ترغیب دوں گا۔ لہٰذا اکثر جناب میاں صاحب جس کسی کو حدیث کا درس دیتے تھے، ترغیب تعلیم سبعہ قراءت کی فرماتے تھے اور اکثر اہلِ علموں کو واسطے سندِ سبعہ کے میرے پاس بھیجا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس علم کو ترک کرنے سے لوگ گنہگار ہوتے ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

العبد عبد الرحمٰن عفی عنہ۔ بقلم عبد السلام پانی پتی انصاری۔ ۲۳ رمضان ۱۳۱۳ھ۔ (م ۱۳۱۴ھ)

یوم سہ شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ـ مقالہ متعلقہ تجوید وقراءات سبعہ از استاذ الہند حضرت قاری عبدالرحمن مکی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۴۹ھ)

ـــ باب مخارج الحروف والصفات ـــ

فصل ـ بنا بر مذہب سیبویہ کے مخارج سولہ[16] ہیں ـ اقصیٰ حلق[1] سے ا ہ ـ اوسط حلق[2] سے ع ح ـ ادنیٰ حلق[3] سے غ خ ـ اقصیٰ[4] لسان کو تالو سے لگانے سے قاف نکلتا ہے ـ اس کے بعد ذرا ہٹ[5] کر کاف نکلتا ہے ـ وسط لسان[6] سے ج شین ی نکلتی ہے ـ طرف[7] زبان اور جڑ ثنایا علیا سے ط د ت نکلتی ہے اور طرف[8] زبان اور اطراف ثنایا علیا سے ظ ذ ث نکلتی ہے اور طرف[9] زبان اور درمیان ثنایا علیا اور سفلی کے مخرج ص ز س کا ہے اور حافہ[10] لسان اور داڑھوں کی جڑ سے ض نکلتا ہے اور اس کے بعد[11] مخرج ل کا ہے منتہائے لسان تک اور لام[12] کے مخرج کے نیچے مخرج ن کا ہے اور ن[13] کے مخرج کے متصل مخرج ر کا ہے اور بطن[14] شفت اور ثنایا علیا کے کنارہ سے ف نکلتا ہے ـ شفتین[15] سے و ب میم نکلتی ہے اور غنہ کا مخرج خیشوم[16] ہے ـ فرا اور مبرد کے نزدیک مخارج چودہ[14] ہیں ـ ل ر ن کا مخرج ایک اعتبار کرتے ہیں اور خلیل کے نزدیک مخارج سترہ[17] ہیں ـ اس واسطے کہ ان کے نزدیک حروف مدہ کا مخرج جوف ہے ـ

فصل ـ مہموسہ دس ہیں ستشحثک خصفہ ـ ان کے ماسوا مجہورہ ہیں ـ شدیدہ آٹھ[8] ہیں اجد قط بکت ـ متوسطہ پانچ[5] ہیں لن عمر ـ ان تیرہ[13] کے سوا رخوہ ہیں ـ مستعلیہ سات ہیں ـ باقی مستفلہ ہیں اور مطبقہ چار[4] ہیں ـ ان چار کے سوا منفتحہ ہیں ـ مجموعہ مستعلیہ کا خص ضغط قظ ہے ـ ان میں سے چار[4] حروف مطبقہ ہیں ص ض ط ظ ـ اور مذلقہ کے چھ[6] حروف ہیں فر من لب ـ باقی مصمتہ ہیں ـ یہ صفات ذی ضد ہیں ـ باقی بلا ضد ہیں ـ ض میں استطالت ہے ـ شین تفشی ہے ـ ل ر میں انحراف ہے ـ اور حرف ر میں تکرار ہے ـ اور صفیر کے حروف ص ز سین ہیں ـ قلقلہ کے حروف قطب جد ہیں ـ مگر قاف میں واجب ہے اور باقی میں جائز ہے ـ

باب ـ نون ساکن اور تنوین میں کل قراء اظہار[6] کرتے ہیں جب ماقبل حرف حلقی کے واقع ہو ـ اور ینمو[4] کے حروف میں ادغام بالغنہ کرتے ہیں ـ اور ر ل[2] میں بلاغنہ کرتے ہیں ـ اور جب نون ساکن یا تنوین قبل ب کے واقع ہو تو اس کو میم سے بدل کر اخفاء مع الغنہ کرتے ہیں اور ماسوٰی[5] ان تیرہ[13] حروف کے اخفاء کرتے ہیں ـ مستثنیٰ ـ بنیان اور صنوان اور قنوان اور دنیا میں کل قراء اظہار کرتے ہیں اور خلف راوی حمزہ نون ساکن اور تنوین کو ی اور و میں ادغام بلاغنہ کرتے ہیں ـ یٰسٓ والقرآن الحکیم اور

اور ن والقلم میں ضبع حق اظہار کرتے ہیں۔ مگر ن والقلم میں ورش کے نزدیک اظہار بھی جائز ہے۔ اور طسم میں سین کے نون کو حمزہ اظہار سے پڑھتے ہیں اور من راق میں حفص اظہار کرتے ہیں۔

فائدہ۔ نون ساکن اور تنوین کے ماقبل کی حرکت کو اشباع سے اخفاء کی حالت میں بچانا چاہیے ورنہ ایک حرفِ مد زیادہ ہوجائے گا اور نہ زبان کو تالو سے لگایا جاوے۔ ورنہ اخفاء نہ ہوگا، اور نونِ ساکن میں حرکت کی بو آجاوے گی۔

فصل۔ میم ساکن کے بعد دوسری میم آجاوے تو کل قراء پہلی میم کو دوسری میم میں ادغام کرتے ہیں۔ اور اگر ب آوے تو اخفا اور اظہار دونوں درست ہیں۔ مگر اخفاء اولیٰ ہے۔ باقی ان حروف کے سوا جو حرف آوے اظہار ہوگا۔

فائدہ۔ میم ساکن جو قبل ب کے واقع ہو اُس میں اظہار بھی جو جائز ہے یہ اُس میم میں ہے جو اصلی ہو اور اگر اُس کی اصل نون ساکن یا تنوین ہے تو اُس میں اظہار جائز نہیں ہے جیسے من بعد۔ سمیعاً بصیرا۔

فائدہ۔ میم ساکن میں جو بوف کا قاعدہ مشہور ہے کہ واو فاء میں اظہار اِس طرح کریں کہ میم میں حرکت کی بو آجاوے یہ بالکل غلط اور بے اصل ہے۔

فائدہ۔ نون ساکن اور تنوین کے مابعد حروف حلقی یعنی ء ہ ع ح غ خ اور ر ل اِن آٹھ حرف کے ماسوی جو حرف آوے گا غنہ ہوگا۔ ایسے ہی میم کا میم میں ادغام ہوا ہو یا اخفا ہوا ہو یا نون میم مشدد ہوں تب بھی غنہ ہوگا اور غنہ کی مقدار ایک الف ہے۔

باب۔ التفخیم والترقیق۔ کل حروف مستعلیہ ہر حالت میں پُر ہوتے ہیں اور مستفلہ باریک ہوتے ہیں۔ مگر الف مدہ اور راء اور لام یہ تین حروف مختلف الحالت ہیں۔ الف کے ماقبل جب پُر حرف آوے تو یہ بھی پُر ہوتا ہے اور جب ماقبل کا حرف باریک ہو تو یہ بھی باریک ہوتا ہے۔ اور راء پر جب کسرہ ہو تو کل قراء باریک پڑھتے ہیں۔ اِسی طرح جب راء ساکن ہو اور ماقبل کا کسرہ اصلی اور اُسی کلمے میں ہو جس کلمے میں راء ہے اور مابعد راء کے حروف استعلاء اسی کلمے میں نہ ہو جس میں راء ہے تب بالاتفاق باریک پڑھی جاوے گی۔ اور اگر شرط مفقود ہوگی تو پُر پڑھی جاوے گی جیسے رب ارجعون، ام ارتابوا، قرطاس۔ ان میں بوجہ شرط نہ پائے جانے کے پُر پڑھی جاوے گی اور باریک کی مثال ولا تصعر خدک اور رزقاً ہے اور اگر راء ساکن کے ماقبل یاء ساکن ہو تب بھی باریک ہوگی۔ مثلاً خیر، بصیر کے۔ اور جب ماقبل راء ساکنہ کے کوئی اور ساکن ہو سوای یاء کے، تو اُس کے ماقبل جب کسرہ ہوگا تو باریک ہوگی مثل حجر کے وقف میں۔ باقی ان کے ماسوای جو صورتیں ہیں سب میں پُر ہوگی۔ مثالیں یہ ہیں:۔ رُزقوا، یرجون، ترجعون، رملی۔ اور قدر امور وقف میں اور اور فرق میں اختلاف ہے۔ ورش جو راوی امام نافع کے ہیں سب قواعد میں

متفق ہیں مگر راء مفتوح اور مضموم اُن کے نزدیک حکم ساکن کا رکھتی ہے۔ فرق اتنا ہی کہ اگر کسرہ اور راء کے
درمیان ساکن حرف استعلاء ہو تو پُر پڑھی جاوے گی مگر خاء کے ہونے سے باریک ہی رہے گی اور روایت
ورش میں مابعد راء کے حرف استعلاء مفصول یا بالالف ہوگا۔ مثالیں یہ ہیں:۔ سراجًا منیرًا یبشرہم
لتنذر قومًا یہ سب باریک ہوں گی اور بشرکم کی راء اور قریب کی پُر ہوگی۔ اس وجہ سے کہ کسرہ اور یاء
متصل نہیں ہے اسی طرح صراط اور اعراضہم کی راء پُر ہوگی کیونکہ حرف استعلا مابعد میں آگیا ہے۔
مستثنیات ورش ضرار اور فرار، مدرارًا، اسرارًا، ابراہیم، اسرائیل، عمران، ارم یہ الفاظ پُر
ہوں گے اور ذکرًا اور سترًا اور مثل اس کے یعنی راء منون منصوب بعد ساکن غیر مستعلیہ کے ہو اور اس
ساکن کے پہلے کسرہ ہو ایسی راء میں تفخیم اولیٰ ہے اور بشرر جو سورہ مرسلات میں ہے اس میں پہلی راء
باریک ہوگی مناسبت کے لحاظ سے اور حیران اختلاف ہے۔ ف۱ ان اسر میں حرمی کی قرءت
موجب وقف کی حالت میں راء باریک ہوگی۔ باقیوں کی قرءت میں پُر ہوگی۔ فاسر بعبادی کی
راء وقف کی حالت میں کل کے لیے پُر ہوگی اور باریک پڑھنا بھی جائز ہے اور والیل اذا یسر کی
راء فاسر کا حکم رکھتی ہے۔ ف۱ مستقلہ میں ایسی ترقیق نہ کرنی چاہیے کہ امالہ ہو جائے اور مفخم
حرفوں میں ایسی تفخیم نہ ہونی چاہیے کہ حرکت بدل جاوے مثلاً کسرہ کو فتحہ کے اور فتحہ کو مثل ضمہ کے ادا
نہ کرنا چاہیے۔ اسی طرح جب پُر حرف کے بعد الف مدہ واقع ہو تو اس کا خیال رکھنا چاہیے کہ تفخیم میں اس قدر
افراط نہ کی جاوے کہ الف واو کے مثل ہو جاوے۔ خلاصہ یہ کہ افراط تفریط سے بچا رہے اور تکلف کو
دخل نہ دے ف۲ راء خواہ ممال ہو یا بعد ممال کے واقع ہو تو باریک پڑھی جاوے گی مثل مجریہا اور ابرار کے
ف۳ راء جب مختلسہ ہو یا وقف ساتھ روم کے کیا ہو تو اس کا حکم مثل متحرک کے ہے۔
فصل۔ اللہ کا لام بعد فتح اور ضم کے پُر ہوتا ہے اور بعد کسرہ کے باریک ہوتا ہے۔ چاہے فتحہ متصل ہو
یا منفصل ہو ساتھ الف کے جیسے آللہ خیر اما یشرکون۔ یہ قاعدہ متفق علیہ ہے۔ باقی لام ہر حالت میں
کل کے نزدیک باریک ہوگی مگر لام مفتوح جس کے پہلے ص ط ظ مفتوح یا ساکن ہو اس کو ورش پُر پڑھتے
ہیں اور اگر درمیان لام اور ان حرفوں کے الف آجاوے یا لام متطرف پر سکون کے ساتھ وقف کیا جاوے
تو ترقیق بھی جائز ہے۔ مگر اولیٰ تفخیم ہے۔ مثل صلوۃ، مطلع، ظل، یوصل، طال، فصالا کے اور جس وقت
الف ذوات الیاء کے قبل ایسا لام واقع ہو جس کو ورش پُر پڑھتے ہیں اس میں بھی خلف ہے جیسا کہ
ذوات الیاء میں خلف ہے۔ مگر امالہ کی حالت میں ترقیق ضروری ہے اور تغلیظ جائز نہیں۔ ف۱ نری اللہ

اور وسیری اللہ کی راء میں بروایت سوسی جب وصل کی حالت میں امالہ کیا جاوے گا تو اللہ کے لام میں
تفخیم اور ترقیق دونوں جائز ہے بلکہ تفخیم اولیٰ ہے۔
باب المد والقصر۔ حرف مد کے بعد جب ہمزہ آوے اور دونوں ایک کلمہ میں ہوں تو اُس کو مد متصل کہتے ہیں اور
جب ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو تو اُس کو مد منفصل کہتے ہیں۔ اِن دونوں مدوں میں ورش حمزہ طول کرتے ہیں۔
باقی قراء توسّط کریں گے۔ مگر قالون اور دوری بصری منفصل میں قصر بھی جائز رکھتے ہیں بلکہ قصر اولیٰ ہے۔
اور ابن کثیر اور سوسی اِسی طرح منفصل میں صرف قصر کرتے ہیں۔ اور جب حرف مد کے بعد جو ہمزہ ہے اُس میں کسی
قسم کی تخفیف کی جاوے تو تخفیف کرنے والا اگر طول یا توسط والوں میں سے ہے تو اِس صورت میں قصر بھی
جائز ہے۔ مگر مد اعدل ہے۔ اب معلوم ہوگیا کہ مد متصل میں قصر کسی قرأت اور روایت میں جائز نہیں ہے اور
جب درمیان دو ہمزوں کے الف زائد کیا جاوے تو بعض متصل اور بعض منفصل سے شمار کرتے ہیں اور
محققین کے نزدیک نہ متصل ہے نہ منفصل۔ الف زائد کرنے والے کی قرائت میں محققین کے مذہب بموجب
صرف قصر ہوگا اور جب حرف مد کے بعد ہمزہ اور سکون نہ ہوں اور قبل میں ہمزہ ہو جیسے آمنوا، ایمانا،
اوتوا، تو کل قراء کے یہاں قصر ہوگا۔ مگر ورش توسط اور طول بھی جائز رکھتے ہیں۔ برابر ہے کہ ہمزہ
ماقبل کا ثابت ہو یا کسی قسم کی تخفیف اُس میں ہوئی ہو۔ مگر بعض الفاظ مستثنیٰ ہیں۔ ایک یہ کہ جب
ہمزہ بعد ساکنِ صحیح کے ہو جیسے قرآن یا حرفِ مد بعد ہمزۂ وصل کے ہو مثل ایت، اوتمن کے اور یاء
اسرائیل اور یواخذ اور الئن جس کے پہلے ہمزۂ استفہام کا ہو اور عادا ن الاولیٰ۔ اِن الفاظ میں صرف
قصر ہوگا۔ اور جب حرف مد کے بعد سکون لازمی ہو یعنی وہ سکون وقف اور وصل میں بالاتفاق ثابت
رہے تو کل قراء طول کریں گے۔ اِسی طرح اگر بعض کے یہاں سکون لازمی ہے تب بھی طول ہوگا مثل محیای،
ہذان۔ اور اِس کو مد لازم کہتے ہیں اور یہ چار قسم پر ہے۔ مد لازم کلمی مثقل۔ مد لازم کلمی مخفف۔ مد لازم
حرفی مثقل۔ مد لازم حرفی مخفف۔ اِس واسطے کہ اگر حروف مقطعات میں ہے تو حرفی ہے اور اگر اور کہیں ہے
تو کلمی ہے۔ پھر ہر ایک اِن میں سے اگر سکون ضمن میں تشدید کے ہے تو مثقل ورنہ مخفف ہے۔ مثال الم۔
پہلے مد لازم حرفی مثقل، دوسرے حرفی مخفف ہے۔ دآبۃ یہ مد لازم کلمی مثقل ہے اور آلئن میں مد لازم
کلمی مخفف ہے اور آل عمران جو الم اللہ ہے اُس میں وصل کی حالت میں قصر بھی جائز ہے۔ کیونکہ اجتماعِ
ساکنین کی وجہ سے میم مفتوح پڑھی جاوے گی تو اب سبب مد جو سکون ہے وہ جاتا رہا۔ مگر چونکہ حرکت عارضی
ہے اس وجہ سے مد اولیٰ ہے۔ اِسی طرح الم احسب الناس، بقرأۃ ورش ہمزہ کی حرکت میم کو

دی جاوے گی اور ہمزہ گرا دیا جاوے گا تو اصل کے لحاظ سے مد ہونا چاہیے اور یہی اولیٰ ہے اور عارض کے
لحاظ سے قصر ہوگا۔ اور جب حرف مد کے بعد سکون عارضی یا حرف لین کے بعد سکون ہو چاہے یہ سکون
مخفف یا مثقل ہو تو ایسی صورت میں اوجہ ثلثہ جائز ہیں یعنی طول، توسط، قصر۔ فرق اتنا ہے کہ جب
حرف مد کے بعد سکون وقفی ہو۔ اسی طرح عین میں جو کہیعص اور حم عسق میں ہے طول اولیٰ ہے پھر توسط،
پھر قصر۔ باقی مدلین میں چاہے سکون وقفی ہو اور چاہے کوئی خاص قاری سکون پڑھتا ہو جیسے الذین کے
نون کو مکی مشدد پڑھتے ہیں تو اس صورت میں قصر اولیٰ ہے پھر توسط، پھر طول۔ مگر ورش کی روایت میں
حرف لین کے بعد ہمزہ آوے تو قصر ناجائز ہے اور وصل میں بھی طول یا توسط ہوگا سوائے واو سوأت کے
کہ اس میں قصر بھی جائز ہے اور موؤدۃ اور موئلا میں صرف قصر ہوگا۔ بعض نے الرحیم ملک
بروایت سوسی اور ولا تیمموا و لا تعاونوا بروایت بزی اور والصافات صفا بقراءت حمزہ اور
مثل ان کے بروایت خلف وغیرہ ان کو مد لازم سے شمار کیا ہے اور بعض نے مد عارض کہا ہے اور یہی محقق
معلوم ہوتا ہے۔ ف ۲ الف کی مقدار یہ ہے کہ ہر الف پر ایک انگلی بند کی جاوے۔ نہ بہت جلد نہ بہت آہستہ
طول کی مقدار تین الف ہے۔ توسط کی مقدار دو الف۔ قصر کی مقدار ایک الف ہے۔ ف ۳ پانچ الف سے
زائد کوئی مد نہیں ہے۔ ف ۴ حرف مد کے بعد جب وقف اسکان کے ساتھ کریں اوجہ ثلثہ جائز ہیں۔ اسی طرح
اگر وقف اشمام کے ساتھ کریں تب بھی اوجہ ثلثہ جائز ہیں اور اگر روم کے ساتھ کریں تو صرف
قصر ہوگا۔ ف ۵ اگر حرف مد کے بعد ہمزہ متصل متطرف ہو تو وقف کی حالت میں ورش اور
حمزہ کے واسطے توسط بھی جائز ہے۔ ف ۶ معلوم ہوگیا کہ مد کی چھ قسمیں ہیں۔ مد متصل۔ مد منفصل
مد بدل۔ مد لازم۔ مد عارض۔ مد لین۔ اور مد لازم چار قسم پر ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے اور مد عارض
دو قسم پر ہے۔ مخفف مثل رحیم، نستعین کے وقف کی حالت میں۔ اور دوسری قسم الرحیم ملک
وصل کی حالت میں بروایت سوسی۔ اور مد لین دو قسم پر ہے۔ مد لین بالہمزہ۔ مد لین بالسکون۔
جیسا شیء سوء اور خوف، صیف۔ پھر مد لین بالسکون چار قسم پر ہے۔ لازم مثقل الذین بقراءت
ابن کثیر مکی اور لازم مخفف مثل عین جو شروع سورۃ مریم اور سورہ شوریٰ میں ہے اور عارض
مثقل مثل والصیف، فلیعبدوا، وصل کی حالت میں بروایت سوسی اور عارض مخفف، مثل
والصیف بحالت وقف۔

باب ہاء الضمیر:۔ یہ ہا ہر حالت میں مضموم ہوتی ہے مگر جس وقت اس کے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو

مکسور ہوتی ہے اور وما انسانیہ سورہ کہف میں اور علیہ اللہ سورہ فتح میں بروایت حفص اپنے اصلی ضمہ پر رہیں گے۔ اسی طرح لاھله امکثوا سورہ طٰہٰ اور سورہ قصص میں بقرأت حمزہ اپنے اصلی ضمہ پر پڑھا جائے گا۔ ہاء ضمیر کے ماقبل جس وقت ساکن ہو اور مابعد متحرک ہو تو ابن کثیر مکی صلہ لاتے ہیں یعنی واو ساکن زائد کرتے ہیں اگر ضمیر پر ضمہ ہے۔ اور اگر کسرہ ہے تو یاء ساکنہ زائد کرتے ہیں اور بروایت حفص صرف سورہ فرقان کی آخر فیہ مھانا میں صلہ ہوگا مثل علیہ توکلت مولٰہ کے۔ اور ہاء ضمیر کے مابعد جس وقت ساکن ہو تو کوئی صلہ زائد نہیں کرتا چاہیے ماقبل متحرک ہو اور چاہیے ساکن ہو۔ اور جس وقت ہاء ضمیر کے ماقبل اور مابعد دونوں متحرک ہوں تو کل قراء صلہ زائد کرتے ہیں جیسا بعبدہٖ لیلا ورسولہ ان۔ مگر بعض الفاظ ایسے ہیں کہ ان میں بعض قراء صلہ نہیں کرتے۔ وہ الفاظ یہ ہیں یؤدہ الیک[1]۔ اور نولہ[2] اور نصلہ[3] اور نؤتہ منھا[4] اور فالقہ الیھم[5] اور ویتقہ فاولٰئک[6] اور من یاتہ مومنا اور وان تشکروا یرضہ[8] اور خیرا یرہ[9] اور شرا یرہ[10] اور ارجہ۔ حمزہ اور ابوعمرو بصری اور شعبہ یؤدہ[1]، نولہ[2]، نصلہ[3]، نؤتہ[4] کے ہاء کو ساکن پڑھتے ہیں اور فالقہ[5] میں حفص بھی ساکن پڑھتے ہیں اور قالون کسرہ غیر موصولہ پڑھتے ہیں۔ ہشام کسرہ موصولہ اور غیر موصولہ دونوں طرح سے پڑھتے ہیں۔ باقی قراء اپنی اصل پر یعنی ضمہ موصولہ پڑھتے ہیں۔ یتقہ[6] کے قاف کو حفص ساکن کرتے ہیں باقی قراء مضموم پڑھتے ہیں اور ہاء کو ابوعمرو بصری اور شعبہ ساکن کرتے ہیں اور قالون کسرہ غیر موصولہ پڑھتے ہیں۔ اور خلاد دونوں طرح سے پڑھتے ہیں کسرہ موصولہ اور غیر موصولہ۔ باقی قراء صرف کسرہ موصولہ پڑھتے ہیں۔ ومن یاتہ میں سوسی کے واسطے اسکان ہے۔ قالون ہشام کے واسطے کسرہ موصولہ اور کسرہ غیر موصولہ۔ [illegible] باقیوں کے واسطے صرف کسرہ موصولہ۔ یرضہ[8] میں سوسی کے واسطے اسکان ہے اور حمزہ نافع عاصم کے واسطے ضمہ غیر موصولہ۔ ہشام کے واسطے اسکان اور ضمہ غیر موصولہ۔ اور دوری بصری کے واسطے اسکان اور ضمہ موصولہ۔ باقیوں کے واسطے ضمہ موصولہ۔ خیرا یرہ[9] اور شرا یرہ[10] جو سورہ زلزال میں ہے اس میں ہشام کے واسطے اسکان ہے۔ باقیوں کے واسطے

ضمہ موصولہ ہے۔ ارجہ جو سورہ اعراف اور سورہ شعرا میں ہے اس میں چھ ۶ قرائتیں ہیں۔
قالون ۱ کے واسطے ارجہ ساتھ کسرہ غیر موصولہ کے۔ دوسری ۲ ارجہ ساتھ کسرہ موصولہ کے، واسطے
ورش اور کسائی کے۔ تیسری ۳ ارجہ ساتھ اسکان ہاء کے، واسطے عاصم اور حمزہ کے۔
چوتھی ۴ ارجئہ ساتھ ضمہ موصولہ کے اور ماقبل ہاء کے ہمزہ ساکنہ، واسطے ابن کثیر اور
ہشام کے۔ پانچویں ۵ ارجئہ ساتھ ضمیر غیر موصولہ کے اور ماقبل ہاء کے ہمزہ ساکنہ، واسطے
ابو عمرو بصری کے۔ چھٹی ۶ ارجئہ ساتھ کسرہ غیر موصولہ کے اور ماقبل ہمزہ ساکنہ، واسطے
ابن ذکوان کے۔ ف ۱ مابعد صلہ کے اگر ہمزہ آوے تو مد منفصل ہوگا۔ ف ۲ یہ اختلاف جو
ذکر کیا گیا ہے ہاء ضمیر میں وصل کی حالت میں ہی اور جب وقف ہوگا تو اس وقت بالاتفاق
ہاء کو ساکن کریں گے۔

باب الادغام — ادغام تین ۳ قسم پر ہے۔ مثلین، متقاربین، متجانسین — اگر دونوں حرفوں کا
ایک مخرج ہی اور صفات میں ایک دوسرے کے ساتھ متحد ہیں تو ان میں جو ادغام ہوگا اُس کو مثلین
کہتے ہیں اور اگر مخرج ایک ہی اور صفات میں متحد نہیں تو متجانسین ہوگا اور اگر مخرج میں تقارب
ہی تو متقاربین ہوگا۔ اور ہر ایک ان تینوں میں سے دو دو قسم پر ہے۔ صغیر اگر پہلا حرف
قبل ادغام کے ساکن ہو اور کبیر اگر قبل ادغام کے متحرک ہو۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو جب
دو حرف مثلین جمع ہوں اور پہلا حرف ساکن ہو تو کل قراء ادغام کریں گے جیسے اَنِ اضرب
بعصاک الحجر، ربحت تجارتہم۔ باقی اقسام ادغام کے کلیتہً متفق علیہ نہیں ہیں۔

فصل۔ الم نخلقکم کے قاف کا کاف میں ادغام اتفاقی ہے۔ اسی طرح بسطت اور احطت
احطتم میں ادغام اتفاقی ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ الم نخلقکم میں ادغام ناقص بھی جائز ہے
مگر اولیٰ ادغام تام ہے۔ اور احطت وغیرہ میں صرف ادغام ناقص ہی ہوگا۔ ادغام تام ناجائز
ہے۔ ف ۱ ادغام تام کے یہ معنی نہیں کہ پہلا حرف جو مدغم ہے اُس کی کوئی صفت بھی نہ
رہے بلکہ دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کریں گے اور ادغام ناقص میں پہلا حرف بدلا
نہ جائے گا البتہ بعض صفات بدل جائیں گی اور ذات حرف باقی رہے گی اُس کی وجہ سے

بعض صفت بھی باقی رہیگی - باء جبس وقت مجزوم ہو اور اُس کے بعد فاء آوے تو ابوعمرو بصری
اور کسائی و خلاد باء کو فاء میں ادغام کرتے ہیں اور یہ قرآن شریف میں پانچ جگہ ہے - سورہ
نساء میں أو يغلب فسوف اور سورہ رعد میں وان تعجب فعجب اور سورہ اسراء میں قال اذهب
فمن تبعك اور سورہ طٰهٰ میں قال فاذهب فانّ لك اور سورہ حجرات میں ومن لم يتب
فاولئك - مگر خلاد کے واسطے لم يتب فاولئك میں اظہار بھی جائز ہے اور جبس وقت لام
مجزوم ہو اور بعد میں ذلك آوے تو ابوالحارث لام کو ذال میں ادغام کرتے ہیں اور یہ
قرآن شریف میں چھ جگہ ہے - سورہ بقرہ میں ومن يفعل ذلك فقد - عمران میں ومن يفعل ذلك فليس
نساء میں ومن يفعل ذلك عدوانا اور دوسری جگہ نساء میں ہے ومن يفعل ذلك ابتغاء -
فرقان میں ومن يفعل ذلك يلق - منافقین میں ومن يفعل ذلك فاولئك - اور فاء نخسف بهم کی
باء میں کسائی ادغام کرتے ہیں اور عذت اور نبذتها کی ذال کو تاء میں ابوعمرو بصری،
حمزہ، کسائی ادغام کرتے ہیں اور اورثتم کی ثاء کو تاء میں بصری، حمزہ، کسائی، ہشام
ادغام کرتے ہیں اور جبس وقت راء مجزومہ کے بعد لام آوے تو سوسی اور دوری ادغام
کرتے ہیں مگر دوری کے واسطے اظہار بھی جائز ہے - مثل واغفر لنا، واصبر لحكم کے کھیعص کے
صاد کو ذكر رحمت کی ذال میں اور من يرد کی دال کو ثواب کی ثاء میں جہاں ہو اسی طرح
لبثت لبثت لبثتم کی ثاء کو تاء میں ابوعمرو، ابن عامر، حمزہ، کسائی ادغام کرتے ہیں -
لتخذت، اتخذتم، اتخذت، اخذت، اخذتم کی ذال کو تاء میں سوائے حفص،
ابن کثیر کے سب ادغام کرتے ہیں - یابنی ارکب معنا کی باء کو میم میں ابوعمرو بصری، کسائی،
قنبل، عاصم ادغام کرتے ہیں اور قالون، بزی، خلاد ادغام اور اظہار دونوں جائز رکھتے
ہیں - او تترکہ يلهث ذلك کی ثاء کو ذال میں ابوعمرو بصری، ابن ذکوان، عاصم، حمزہ،
کسائی ادغام کرتے ہیں اور قالون کے نزدیک اظہار اور ادغام دونوں جائز ہے - فيغفر لمن يشاء
جو سورہ بقرہ میں ہے اس کو ابن عامر اور عاصم مرفوع پڑھتے ہیں - باقی مجزوم پڑھتے ہیں -
جازمین میں سے ابن کثیر بالخلف اور ورش بلا خلف يعذب کی باء کو من کے میم میں ادغام
کرتے ہیں - ہر لفظ کے ساتھ جو قاری ذکر نہیں کیے گئے ہیں ان کے واسطے اظہار ہو گا -

فصل ۔ اِذْ کی ذال کو ذال میں اور ظاء میں اگر بعد میں ہو تو کل قراء ادغام کرتے ہیں ۔ مثل
اِذْ ذھب اور اِذْ ظلموا کے اور ت ز ص د س ج میں قراء کا اختلاف ہے ۔ نافع، ابن کثیر،
عاصم ان سب حرفوں میں اظہار کرتے ہیں اور ابوعمرو بصری اور ہشام ان سب میں ادغام کرتے ہیں
اور کسائی اور خلاد جیم میں اظہار کرتے ہیں ، باقی پانچ حرفوں میں ادغام کرتے ہیں ۔ اور ابن ذکوان
دال میں ادغام کرتے ہیں، باقی پانچ حرفوں میں اظہار کرتے ہیں ۔ اور خلف تاء اور دال میں ادغام
کرتے ہیں ، باقی چار حرفوں میں اظہار کرتے ہیں ۔ باقی ان آٹھ حرفوں کے سواء جو حرف اِذْ کے بعد آوے گا
قراء سبعہ اظہار کریں گے ۔ مثالیں یہ ہیں :۔ اِذ تبرأ الذین، اِذ زین ، فقط و اِذ زاغت فقط ۔
و اذ صرفنا ۔ فقط ۔ اذ دخلوا حجر میں اور ص میں اور ذاریات میں ۔ اور اذ خلت جبتک فقط ۔
لولا اذ سمعتموہ ظن اور لولا اذ سمعتموہ قلتم ۔ فقط ۔ اذ جعلنا ۔

فصل ۔ قد اس کی دال کا دال میں اور تاء میں ادغام اتفاقی ہے ۔ مثل قد دخلوا ، وقد تبین کے ۔
اور س ذ ظ ض ز ج ص شین میں اختلافی ہے ۔ قالون اور ابن کثیر اور عاصم آٹھوں میں اظہار
کرتے ہیں اور ابوعمرو بصری ، حمزہ ، کسائی آٹھوں میں ادغام کرتے ہیں ۔ اور ورش ض ظ میں
ادغام کرتے ہیں ۔ باقی چھ حرفوں میں اظہار کرتے ہیں اور ہشام صرف لقد ظلمک میں اظہار کرتے
ہیں اور اس کے سوا اور باقی حرفوں میں ادغام کرتے ہیں اور ابن ذکوان س ص ج میں اظہار کرتے
ہیں اور ض ظ ذ میں ادغام کرتے ہیں اور زاء میں مختلف ہے ۔ مثالیں یہ ہیں :۔ قد سألھا ،
ولقد ذرأنا فقط ۔ فقد ضل ، فقد ظلم ، ولقد زینّ فقط ۔ قد جمعوا لکم ، ولقد صرفنا ، قد
شغفھا فقط ۔ قد کا ان دس حرفوں کے ماسوا میں اظہار ہوگا ۔

فصل ۔ تاء فعلت کا ادغام ت ط د میں اتفاقی ہے ۔ مثل فما ربحت تجارتھم ، واجیبت
دعوتکما ، وقالت طائفۃ ۔ اور س ص ز ظ ج میں اختلافی ہے ۔ قالون ، ابن کثیر ، عاصم
اظہار کرتے ہیں ۔ ابوعمرو بصری ، حمزہ ، کسائی ادغام کرتے ہیں ، ورش صرف ظ میں ادغام
کرتے ہیں ، باقی میں اظہار کرتے ہیں اور ابن عامر س ز میں اظہار کرتے ہیں اور ط ث میں
ادغام ، اور حصرت صدورھم کے ص میں ادغام کرتے ہیں اور لھدمت صوامع میں ہشام
اظہار کرتے ہیں اور ابن ذکوان ادغام کرتے ہیں ۔ اور نضجت جلودھم میں ابن عامر اظہار کرتے ہیں اور

فاذا وجبت جنوبھا میں ہشام اظہار کرتے ہیں اور ابن ذکوان کے نزدیک اظہار ادغام دونوں جائز ہے۔ باقی ان نو حروفوں کے ماسوا میں فعلت کی تاء کا اظہار ہوگا۔ مثالیں یہ ہیں: انبتت سبع سنابل، کذبت ثمود المرسلین، حصرت صدورھم، ھدمت صوامع فقط۔ کلما خبت زدناھم فقط۔ حرمت ظھورھا، کلما نضجت جلودھم اور وجبت جنوبھا فقط۔

فصل۔ ہل۔ اس کے لام کا ادغام لام میں اتفاقی ہے مثل قل ھل لکم کے اور ن ت ث میں اختلافی ہے۔ کسائی ادغام کرتے ہیں۔ نافع، ابن کثیر، ابن ذکوان، عاصم اظہار کرتے ہیں اور ابو عمرو ھل تریٰ جو سورہ ملک اور سورہ حاقہ میں ہے اس میں ادغام کرتے ہیں۔ باقی ان دو سورتوں کے ماسوا میں اور ن ث میں اظہار کرتے ہیں اور ھشام نون میں اور ام ھل تستوی جو سورہ رعد میں ہے اظہار کرتے ہیں۔ باقی اس کے ماسوا میں ادغام کرتے ہیں اور حمزہ ت ث میں ادغام کرتے ہیں اور نون میں اظہار کرتے ہیں۔ مثال ھل تعلم لہ سمیا، ھل ثوب الکفار فقط ھل نحن منظرون۔ باقی ان چار حرفوں کے ماسواء میں کل قراء ھل کے لام کو اظہار کریں گے۔

فصل۔ بل۔ اس کا لام لام میں اور راء میں بالاتفاق ادغام کیا جائے گا اور ت ط ظ ض ز ن س میں ادغام اختلافی ہے۔ کسائی سب حرفوں میں ادغام کرتے ہیں اور نافع، ابن کثیر، ابو عمرو، ابن ذکوان، عاصم اظہار کرتے ہیں اور ھشام نون اور ضاد میں اظہار کرتے ہیں۔ باقی حرفوں میں ادغام کرتے ہیں۔ اور حمزہ ت س میں ادغام کرتے ہیں باقی حرفوں میں اظہار کرتے ہیں مگر بل طبع اللہ جو سورہ نساء میں ہے اس میں خلاد کے لیے ادغام بھی جائز ہے۔ مثال بل تاتیھم، بل ظننتم، فقط۔ بل زین للذین، بل زعمتم، فقط۔ بل سولت لکم سورہ یوسف میں فقط۔ بل نحن محرومون، بل طبع اللہ، بل ضلوا فقط۔ باقی ان نو حرفوں کے ماسوا میں اظہار کیا جائے گا۔

باب الادغام الکبیر۔ جب دو حرف مثلین ایک کلمہ میں اکٹھے ہوں (مثل) مناسککم، اور وما سلککم کے سوسی کے واسطے ادغام اور کہیں معتبر نہیں ہے اور جب مثلین دو کلمے میں ہوں تو سوسی ادغام کریں گے۔ مثال لیعلم ما فیہ ھدی، طبع علی العفو وأمر۔ مگر یہ شرط ہے کہ پہلا حرف تاء خطاب یا تاء متکلم کی نہ ہو اور نہ پہلا منون ہو اور نہ مشدد ہو اور نہ پہلے حرف کا ماقبل مخفی ہو۔ مثال یہ ہے: کنتُ ترابا، انتَ تکرہ، واسعٌ علیم، تم میقات، یحزنک کفرہ۔ اور جب

پہلا حرف ایسے کلمے سے ہو کہ وہ معتل اللام مجزوم ہو تو اس میں اظہار ادغام دونوں جائز ہے اور
یہ قرآن شریف میں تین۳ جگہ ہے ومن یبتغ غیر، وان یک کاذبا، ویخل لکم۔ اور واللائی
یئسن میں حرف اظہار ہوگا۔

فصل۔ جب دو حرف متقارب ہیں ایک کلمے میں جمع ہوں تو اظہار ہوگا۔ مگر قاف کو کاف میں سوسی
ادغام کرتے ہیں۔ اس شرط سے کہ قاف کے پہلے متحرک حرف ہو اور کاف کے بعد میم جمع کی ہو۔
مثال یرزقکم، واثقکم، خلقکم۔ اور اگر ماقبل کا حرف متحرک نہیں ہے یا بعد میں میم جمع کی
نہیں ہے تو اظہار ہوگا۔ جیسے میثاقکم، نرزقک۔ مگر طلقکن جو سورہ احزاب میں ہے
اُس میں اظہار اور ادغام دونوں جائز ہے۔ بلکہ ادغام اولیٰ ہے اور جب دو حرف متقارب ہیں
دو۲ کلمے میں متصل میں تو بروایت سوسی سولہ۱۶ حرف مدغم واقع ہوتے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ
پہلا حرف نہ منوّن ہو اور نہ مشدد ہو اور نہ تاء مخاطب کی ہو اور نہ مجزوم ہو۔ جیسے
رجلٌ رشید، وماکنتَ ثاویا، ولم یؤتَ سعة، اشدَّ ذکرا۔ اور وہ سولہ۱۶ حروف یہ
ہیں:۔ ب۱ ت۲ ث۳ ج۴ ح۵ د۶ ذ۷ ر۸ س۹ ش۱۰ ض۱۱ ق۱۲ ک۱۳ ل۱۴ م۱۵ ن۱۶۔ اب ان
حروف کا ادغام کہیں بطور قاعدہ کلیہ کے ہوگا اور کہیں خاص الفاظ کے ساتھ مخصوص ہوگا۔
یعذب۱ من یشاء کی باء میم میں مدغم ہوگی جہاں پر ہو۔ اور ت۲ گیارہ حرفوں میں مدغم ہوتی
ہے اور حروف مدغم فیہ یہ ہیں:۔ ت۱ ث۲ ج۳ ذ۴ ز۵ س۶ ش۷ ص۸ ض۹ ط۱۰ ظ۱۱۔ مثالیں
یہ ہیں الشوکة تکون، الصالحات ثم، مائة جلدة، والذاریات ذروا، فالزاجرات زجرا
الصالحات سندخلهم، باربعة شهداء، فالمغیرات صبحا، والعادیات ضبحا، الملائکة
طیبین، الملائکة ظالمی۔ اور بعض جگہ اظہار بھی جائز ہے۔ وہ جگہ یہ ہیں:۔ وآتوا الزکوة ثم
تولیتم، حملوا التوراة ثم لم، وآت ذا القربی، فآت ذا القربی، ولتأت طائفة، لقد جئت
شیئا فریا۔ اور ث۳ کا ادغام پانچ حرفوں میں ہوتا ہے:۔ ت۱ ذ۲ س۳ ش۴ ض۵۔ مثالیں
یہ ہیں:۔ حیث تؤمرون، والحرث ذلک، الحدیث سنستدرجهم، حیث شئتما۔ حدیث ضیف
ابراهیم۔ اور جیم۴ کا ادغام ث۱ اور ش۲ میں ہوتا ہے۔ مگر مخصوص ہے ساتھ ذی المعارج
تعرج اور اخرج شطأه کے۔ اور حاء کا ادغام عین میں مخصوص ہے ساتھ فمن

زحزح عن النار کے اور دال[6] کا ادغام دس حرفوں میں ہوتا ہے:- ت[1] ث[2] ج[3] ذ[4] ز[5] س[6] ش[7] ص[8] ض[9] ظ[10] - مگر دال مفتوح جو بعد ساکن کے ہو اُس کا ادغام نہ ہوگا - البتہ تاء میں اِس صورت میں بھی ہوگا - مثالیں یہ ہیں المساجد تلک، یرید ثواب، داؤد جالوت، والقلائد ذلک، عدد سنین، وشھد شاھد، لفقد صواع، من بعد ضراء، من بعد ظلمہ - اور ممتنع الادغام کی مثال یہ ہے:- داؤد زبورا - اور ذال کا ادغام ص س میں ہوگا مثال یہ ہے:- فاتخذ سبیلہ، ماتخذ صاحبہ - اور ث کا ادغام ش میں مخصوص ہے ساتھ واذا النفوس زوجت اور لہ الرأس شیباً کے - مگر لہ الرأس شیباً میں اظہار بھی جائز ہے - اور راء[9] اور لام[10] کا ادغام آپس میں ہوتا ہے - اگر راء مقدم ہے لام پر تو راء کا ادغام لام میں ہوگا اور اگر لام مقدم ہے تو لام کا ادغام راء میں ہوگا اور اور جس وقت راء یا لام مدغم مفتوح ہو اور ماقبل کا حرف ساکن ہو تو اظہار ہوگا سوائے لفظ قال کے کہ اس کا ادغام ہوگا - مثالیں یہ ہیں:- سیغفر لنا، کمثل ریح، قال رب اور ممتنع الادغام کی مثال یہ ہے وافعلوا الخیر لعلکم، رسول ربھم - اور نون[10] کا ادغام لام راء میں ہوتا ہے جس وقت بعد متحرک کے ہو - مگر نحن کا ادغام ہوگا - مثال یہ ہے:- واذ تاذن ربک، لن نؤمن لک، ونحن لہ مسلمون - اور ممتنع الادغام کی مثال یہ ہے:- یخافون ربھم، باذن ربھم، انی یکون لی - اور ش[11] کا ادغام س میں مخصوص ہے ذی العرش سبیلا میں - اور ض[12] کا ادغام مخصوص ہے لبعض شانھم میں اور قاف[13] کا ادغام کاف میں - اِسی طرح کاف[14] کا ادغام قاف میں ہوتا ہے جس وقت ماقبل کا حرف متحرک ہو مثال خلق کل شیٔ، لک قصوراً ہے - اور جس وقت ماقبل کا حرف ساکن ہو تو اظہار ہوگا - مثال یہ ہے:- وفوق کل، الیک قال - اور میم[15] جس وقت بعد متحرک اور قبل باء کے واقع ہو تو اُس میں اخفاء ہوگا بعد ساکن کرنے کے - مثال آدم بالحق ہے اور اگر ماقبل ساکن کے ہو تو اظہار ہوگا مثال ابراھیم بنیہ کے - اب معلوم ہونا چاہیے کہ جہاں جہاں سوسی ادغام کرتے ہیں وہاں پر روم

بھی جائز ہے اور ادغام کے ساتھ اشمام بھی جائز ہے۔ مگر باء کا میم میں اور میم کا باء میں
جب ادغام ہوگا تو اس میں اشمام نہ ہوگا۔ ف: بیّتت طائفہ میں ابوعمرو بصری
اور حمزہ تاء کو طاء میں ادغام کرتے ہیں۔ باقی قراء اظہار کرتے ہیں۔ اور لا تامنا میں
قراء سبعہ کے نزدیک روم اور ادغام مع الاشمام دونوں جائز ہیں اور ادغام محض
قرأت شاذہ ہے۔ اور ما مکنّی فیہ ربی جو سورہ کہف میں ہے ابن کثیر ساتھ اظہار
نون کے پڑھتے ہیں۔ باقی قراء نون کو نون میں ادغام کرکے پڑھتے ہیں۔ قال
اتمدونن بمال جو سورہ نمل میں ہے حمزہ ساتھ ادغام کے پڑھتے ہیں۔ باقی قراء اظہار سے
پڑھتے ہیں۔ اتعداننی جو سورہ احقاف میں ہے ہشام ادغام سے پڑھتے ہیں۔
باقی قراء اظہار پڑھتے ہیں۔ والصافات صفاً، فالزاجرات زجراً، فالتالیات
ذکراً، والذاریات ذرواً ان میں حمزہ تاء کو صاد، زاء، ذال میں ادغام
کرتے ہیں اور فالملقیات ذکراً، فالمغیرات صبحا میں خلاد کے واسطے تاء کا
ذال اور ضاد میں اظہار اور ادغام دونوں جائز ہے۔ باقی قراء اظہار سے پڑھتے ہیں۔

باب میم الجمع — میم جمع کی جب قبل متحرک کے واقع ہو تو قالون ساتھ خلف کے
اور ابن کثیر بلا خلف میم پر ضمہ پڑھتے ہیں اور اس کے آگے واو ساکن پڑھتے ہیں اور
اگر میم جمع کی قبل ہمزہ متحرک کے واقع ہو تو ورش بھی مثل ابن کثیر اور قالون کے پڑھیں گے۔
مثال علیہم ولا الضالین، ءانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون۔ ف: جب میم کے بعد
واو ساکن زائد کی جائے گی تو مد منفصل ہوگی ابن کثیر قصر کریں گے اور قالون کے واسطے قصر،
توسط۔ اور ورش کے لیے طول ہوگا۔ یہی حکم ہاء ضمیر کا ہے۔ جب اس کا ضمہ یا کسرہ
موصولہ ہوگا اور جب میم جمع کے قبل ساکن کے ہو اور ماقبل میم جمع کے ہاء نہ ہو یا ہاء ہو تو
اس کے قبل نہ کسرہ نہ یاء ساکنہ ہو تو کل قراء وصل کی حالت میں ہاء کو اور میم کو مضموم

پڑھتے ہیں۔ مثال علیکم الصیام، اولئک ھم الخاسرون، لھم النار۔ اور جب میم جمع کے ماقبل
کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو ابو عمرو بصری ہاء کو اور میم کو دونوں کو مکسور پڑھتے ہیں اور حمزہ،
کسائی دونوں کو مضموم پڑھتے ہیں۔ باقی قراء ہاء کو مکسور اور میم کو مضموم پڑھتے ہیں
یہ احکام جو بیان کیے گئے ہیں وصل کی حالت کے ہیں۔ اور جب میم جمع پر وقف کیا جاوے
تو کل قراء ساکن پڑھتے ہیں۔ اور میم کے (پہلے) اگر ہاء ہے تو اُس کو کل قراء مضموم پڑھتے
ہیں۔ مگر جس وقت اُس کے پہلے کسرہ یا یاء ساکنہ ہو تو اُس وقت اس کو کل مکسور
پڑھتے ہیں۔ البتہ ہاء علیھم، الیھم، لدیھم کی جو ہے اُس کو صرف حمزہ وقف
اور وصل دونوں حالتوں میں مضموم پڑھتے ہیں۔ مثالیں یہ ہیں:- بھم الاسباب،
علیھم القتال۔ اور جب میم جمع کے ساتھ یاء ضمیر کی متصل ہو تو کل قراء میم پر ضمہ موصول
پڑھتے ہیں۔ مثال یہ ہے:- دخلتموہ، انلزمکموھا، عزرتموھم۔

باب الھمز۔ جب ہمزہ ساکن ہو اور فاء کلمہ کے مقابل ہو تو ورش اُس کو ماقبل کی
حرکت کے موافق سے بدل دیتے ہیں۔ اگر ماقبل مفتوح ہے تو الف سے اور کسرہ ہے تو یاء سے
اور ضمہ ہے تو واو سے بدلا جائے گا۔ اسی طرح ہمزہ مفتوح مابعد ضمہ کے اور فاء کلمہ کے مقابل ہو
تو اُس کو ورش واو سے بدل دیتے ہیں۔ مگر تؤویہ اور تؤوی اور فأووا اور مأوی
ان الفاظ کو نہیں بدلتے۔ مثالیں یہ ہیں:- یؤمنون، نؤ تا ائت، الذی اؤتمن،
مؤجلا، یؤخر۔ اور سوسی ہر ہمزہ ساکنہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق سے بدل دیتے ہیں چاہے
وہ ہمزہ فا کلمہ میں ہو، چاہے عین کلمہ میں، چاہے لام کلمہ میں، مگر جب ہمزہ کا سکون کسی
جازم سے ہو یا مبنی علی السکون ہو۔ اسی طرح تؤویہ، تؤوی اور مأوی اور فأووا۔
اور رئیا اور مؤصدہ میں بھی ابدال نہ ہوگا اور بارئکم کا ہمزہ بروایت سوسی ساکن
پڑھا جاتا ہے اُس میں ابدال اور تحقیق دونوں جائز ہے۔ مثالیں یہ ہیں:- فأتوھن،
جئت، اور بئر معطلۃ اور بئس میں سوسی کے ساتھ ورش بھی بدلتے ہیں۔ اور

الذئب میں سوسی اور ورش اور کسائی یاء سے بدلتے ہیں اور لؤلؤ اور اللؤلؤ کے پہلے ہمزہ کو شعبہ اور سوسی واو سے بدلتے ہیں اور لئلا کے ہمزہ کو ورش یاء سے بدلتے ہیں اور النسیٓء کے ہمزہ کو ورش یاء سے بدل کر یاء کو یاء میں ادغام کرتے ہیں اور جب ہمزہ ساکنہ کے ماقبل دوسرا ہمزہ متحرک ہو تو کل قراء ہمزۂ ساکنہ [illegible] کو ہمزہ متحرکہ کی حرکت کے موافق سے بدلتے ہیں۔ مثل آمنوا، ایمانا، اؤتمن، ائت بک۔

فصل۔ جب ہمزہ متحرک قطعی کے ماقبل ساکن غیر حرف مدہ کا واقع ہو اور وہ ساکن آخر کلمہ میں ہو تو ورش ہمزہ کی حرکت کو نقل کر کے ساکن کو دیدیتے ہیں اور ہمزہ کو حذف کر دیتے ہیں۔ مگر یہ اُس وقت میں ہے جب سکون والے کلمہ پر وقف نہ کیا جاوے اور جب ہمزہ والے کلمہ پر وقف کیا جاوے تو حمزہ بھی خلف کے ساتھ نقل کرتے ہیں مثال الم احسب الناس، واذا خلوا الی، ابنیٓ آدام، کفوًا احد، قد افلح الارض۔ اور جہاں ورش نقل کرتے ہیں خلف اُس ساکن پر سکتہ کرتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں جب وہ ساکن لام تعریف کا ہو تو حمزہ سکتہ کرتے ہیں اور اگر لام تعریف کا نہیں ہے تو سکتہ نہ ہوگا اور شیٓء کے لفظ میں سب متفق ہیں کہ سکتہ ہوگا اور اس شیٓء میں ورش نقل نہ کریں گے کیونکہ ساکن آخر کلمہ میں نہیں ہے بلکہ وسط کلمہ میں ہے اور جب شیٓء پر وقف کیا جائے گا تو سکتہ نہ کیا جائے گا۔ سکتہ صرف وصل میں ہوگا۔ اب معلوم ہوگیا کہ جب ہمزہ کے ماقبل کا ساکن لام تعریف کا نہ ہو تو خلف کے واسطے تین[۳] وجہ ہوں گی۔ نقل، سکتہ، تحقیق۔ اور خلاد کے واسطے دو[۲] وجہ ہوں گی۔ نقل اور تحقیق۔ یہ حکم اُس وقت کا ہے کہ جب ہمزہ والے کلمہ پر وقف کیا جاوے اور اگر ہمزہ کے ماقبل لام تعریف کا ہے تو وقف کی حالت میں خلف کے واسطے دو[۲] وجہ ہیں نقل اور سکتہ۔ اور خلاد کے واسطے تین[۳] وجہ ہیں نقل، سکتہ، تحقیق۔ آلآن جو سورہ یونس میں ہے اور ردًا یصدقنی اس میں ورش کے ساتھ نقل میں قالون بھی شریک ہیں۔ عادًا الاولیٰ جو سورہ نجم میں ہے اُس میں ابن کثیر، ابن عامر، عاصم، حمزہ، کسائی تنوین کو

مکسور پڑھتے ہیں اور ہمزہ کو ثابت رکھتے ہیں۔ اور نافع اور ابوعمرو و بصری نقل کر کے تنوین کو لام میں ادغام کرتے ہیں اور قالون نقل کی حالت میں اولیٰ کے واو کو ہمزہ سے بدلتے ہیں اور جب الاولیٰ سے ابتداء کریں تو قالون اور بصری کے واسطے اولیٰ ترکِ نقل ہے اور جب لام تعریف پر ہمزہ کی حرکت نقل کی جاوے تو ابتداء کی حالت میں ہمزہ وصل سے ابتداء کرنا جائز ہے اور ہمزہ کو چھوڑ کر صرف لام تعریف سے ابتداء کرنا بھی جائز ہے۔ مثلاً وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ پر جب وقف کیا جاوے تو ورش کی روایت بموجب اگر اعادہ کریں تو اَلْاٰخِر بھی درست ہے اور لَاٰخِر بھی درست ہے۔ مگر پہلا اولیٰ ہے یعنی ہمزہ وصل کے ساتھ شروع کرنا۔

تفریع — قالون وصل میں پڑھیں گے عَادَ لُؤْلیٰ۔ اور جب عاد کو چھوڑ کر آگے سے اعادہ کریں تو تین وجہ ہیں اَلْاُولیٰ، اَلُؤْلیٰ، لُؤْلیٰ۔ اور ورش وصل میں مثل قالون کے ہیں اور عاد کے آگے سے شروع کریں تو دو وجہ ہیں اَلُوْلیٰ، لُوْلیٰ۔ اور ابوعمرو بصری مثل قالون کے ہیں، فرق اس قدر ہے کہ قالون الاولیٰ کے واو کو ہمزہ سے نقل کی حالت میں بدلتے ہیں اور ابوعمرو نہ بدلیں گے اور کتابیہ انی ظننت میں ورش کے واسطے ترکِ نقل اولیٰ ہے۔ فائدہ بِئْسَ الاسم الفسوق جو سورہ حجرات میں ہے اس میں الاسم کے لام کو کل قراء مکسور پڑھتے ہیں اور یہ کسرہ التقاء ساکنین کی وجہ سے ہے، نقل کی وجہ سے نہیں ہے۔ اور ابتداء کی حالت میں اس میں بھی ہمزہ وصل کا اثبات اور حذف دونوں جائز ہے۔ یعنی اَلِسْمُ الفسوق اور لِسْمُ الفسوق دونوں درست ہے جیسا کہ نقل میں جائز ہے مگر اس میں اولویت کا فرق ہے۔ بعض کہتے ہیں اَلِسْمُ الفسوق اولیٰ ہے اور بعض کہتے ہیں لِسْمُ الفسوق اولیٰ ہے۔

باب الہمزتین من کلمۃ — اور اس میں تین ۳ فصلیں ہیں اس واسطے کہ اجتماعِ

ہمزتین تین ۳ قسم پر ہے۔ پہلا ضرور مفتوح ہوگا اور ثانی مفتوح یا مکسور ہوگا یا مضموم ہوگا
مثال ءَاَنذرتہم ، اَئِنَّ ، اَؤُنزل۔ فصل۔ ءَاَنذرتہم۔ جب دو۲ ہمزہ مفتوح ایک کلمہ میں
ہوں تو قالون ، ابن کثیر ، ابوعمرو بصری دوسرے ہمزہ میں تسہیل کرتے ہیں اور ورش کے
واسطے تسہیل اور ابدال ثانی کا الف دونوں جائز ہے اور ہشام کے واسطے تسہیل اور
تحقیق دونوں جائز ہے۔ باقی قراء تحقیقِ ہمزتین سے پڑھتے ہیں۔ پھر ان دو ہمزوں کے
درمیان قالون اور ابوعمرو بصری اور ہشام ایک الف زائد کرتے ہیں۔ باقی قراء بدونِ
زیادتِ الف کے پڑھتے ہیں۔ اب ان دونوں قاعدے کے ملانے سے قالون اور ابوعمرو
بصری ءَاَنذرتہم میں تسہیل اور ادخالِ الف کے ساتھ پڑھیں گے اور ورش کے واسطے ابدال
اور تسہیل بلا ادخال ہوگا اور ابن کثیر کے واسطے تسہیل بلا ادخال اور ہشام کے واسطے
ادخال مع التحقیق اور ادخال مع التسہیل۔ باقی قراء تحقیق بلا ادخال سے پڑھیں گے۔
ءَاَعجمی جو سورہ فصلت میں ہے اس میں ہشام ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں۔ باقی
قراء دو ہمزہ پڑھتے ہیں۔ پھر ان دو۲ ہمزہ والوں میں سے حمزہ ، کسائی ، شعبہ تحقیق
پڑھیں گے۔ باقی تسہیل سے پڑھیں گے۔ تو اس میں ابن ذکوان اور حفص بھی تسہیل
کریں گے مثل ابن کثیر کے۔ اور جب الف لام تعریف کے پہلے ہمزہ استفہام کا آجاوے
تو کل قراء اس ہمزۂ وصلی کو الف سے بدلتے ہیں اور تسہیل بھی جائز رکھتے ہیں۔
مگر ابدال اولی ہے اور یہ چھ۶ جگہ قرآن شریف میں ہے۔ آلذکرین دو۲ جگہ سورہ
انعام میں ، آلئٰن دو۲ جگہ سورہ یونس میں۔ آللہ ایک جگہ سورہ یونس میں اور
ایک جگہ سورہ نمل میں ہے اور ابوعمرو بصری کی قراءت بموجب ماجئتم بہ السحر بھی
جو سورہ یونس میں ہے ، اسی میں شامل ہے کیونکہ ابوعمرو بصری السحر کے پہلے ہمزہ استفہام کا
زائد کرتے ہیں۔ صورت اس کی یہ ہوگی بہ آلسحر۔ فصل۔ جب ثانی ہمزہ مکسور

اور پہلا مفتوح ہو تو قالون اور ابوعمرو بصری تسہیل مع الادخال اور ورش، ابن کثیر تسہیل بلا ادخال کریں گے اور ابن ذکوان، عاصم، حمزہ، کسائی تحقیق بلا ادخال سے پڑھتے ہیں اور ہشام تحقیق بالادخال اور تحقیق بلا ادخال سے پڑھتے ہیں۔ مگر سات جگہ ہیں کہ ان میں صرف تحقیق بالادخال سے پڑھتے ہیں۔ وہ جگہ یہ ہیں:۔ آاِذا مامتُّ مریم میں۔ اعراف میں دو جگہ ہے أَءِنکم لتاتون الرجال، أَئِنّ لنا لاجراً اور سورہ شعراء میں أَئِنّ لنا لاجراً۔ اور سورہ صافات میں دو جگہ ہے أَئِنکَ لمن، أَءِفکاً آلھۃ۔ ساتویں جگہ سورہ فصلت میں ہے قل ائنکم۔ اور خاص اسی لفظ میں تسہیل بھی ہوگی ہشام کے واسطے خلف کے ساتھ تو قل ائنکم تحقیق مع الادخال اور تسہیل مع الادخال دونوں ہشام کے واسطے جائز ہیں۔ ائمۃ قرآن شریف میں جہاں ہو اس میں نافع، ابن کثیر، ابوعمرو بصری کے واسطے دو وجہ ہیں۔ ایک تسہیل دوسرا ابدال ہمزہ ثانیہ کا یاء مکسورکے۔ اور اس میں بین الھمزتین الف زائد نہ کیا جاوے گا۔ البتہ ہشام کے واسطے ادخال اور ترک ادخال دونوں جائز ہے۔

فصل۔ اور جب پہلا ہمزہ مفتوح اور ثانی مضموم ہو۔ اور یہ تین جگہ قرآن شریف میں ہے قل أَؤُنبئکم، عمران میں۔ دوسرا أَؤُنزل سورہ ص میں۔ تیسرا أَؤُلقی الذکر سورہ قمر میں۔ تو ان میں قالون تسہیل مع الادخال کریں گے اور ورش، ابن کثیر صرف تسہیل کرتے ہیں اور ابوعمرو بصری کے واسطے تسہیل مع الادخال اور تسہیل بلا ادخال دونوں جائز ہے اور ہشام کے واسطے قل أؤنبئکم میں تحقیق بلا ادخال اور أَؤُنزل أَؤُلقی میں تسہیل مع الادخال سے پڑھتے ہیں اور بعض نے کہا ہے تینوں جگہ تحقیق مع الادخال اور تحقیق بلا ادخال سے پڑھتے ہیں۔ باقی قراء یعنی ابن ذکوان، عاصم، حمزہ، کسائی تحقیق ہمزتین بلا ادخال الف سے پڑھتے ہیں۔

ف: تسہیل کے معنی یہ ہیں کہ ہمزہ کو اس طرح ادا کریں کہ ہمزہ میں جو اس حرف کی

آجاوے جو موافق حرکتِ ہمزہ کے ہے۔ مثلاً جب ہمزہ مکسور ہو تو درمیان ہمزہ اور درمیان یاء کے پڑھنا چاہیے۔ اور جب مضموم ہو تو درمیان ہمزہ اور درمیان واو کے پڑھنا چاہیے اور جب مفتوح ہو تو درمیان ہمزہ اور درمیان الف کے پڑھنا چاہیے۔ اب اگر ماقبل کی حرکت اور ہمزہ کی حرکت متحد ہے تو تسہیل بین الہمز والمد ہوگی اور اگر ہمزہ اور اُس کے ماقبل کا حرف حرکت میں مختلف ہیں تو تسہیل بین الہمز والواد والیاء ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ یہ بین بین قریب کی تعریف ہے۔ اور بین بین بعید کی تعریف یہ ہے کہ پڑھنا ہمزہ کو درمیان ہمزہ کے اور درمیان اُس حرف کے جو ہمزہ کے ماقبل کی حرکت کے موافق ہے اور یہ قرأت میں معتبر نہیں ہے اگر کہیں ثابت ہوا ہے تو شاذ ہے۔ ف۲ جو قراء درمیان دو ہمزوں کے الف زائد کرتے ہیں اُن کی قرأت موجب حرفِ مد کے بعد ہمزہ واقع ہوا تو اس صورت میں بعض کہتے ہیں مد متصل ہو جاوے گی اور بعض کہتے ہیں مد منفصل ہوگی اور اکثر محققین کے نزدیک نہ متصل کا حکم دیا جاوے گا نہ منفصل کا۔ ہر حالت میں قصر ہوگا۔ ف۳ جہاں پر تین ہمزہ جمع ہوں وہاں کوئی الف زائد نہ کرے گا۔ جیسا ءَاٰلِهَتُنَا یا ءَاٰمَنتُمْ میں بعض ہمزہ استفہام کا زائد کرتے ہیں اور اس کا بیان ان شاء اللہ تعالیٰ فرش میں کیا جاوے گا۔ ف۴ جب دو ہمزہ مفتوح ہوں تو ورش کے واسطے ثانی ہمزہ کو الف سے بدلنا بھی جائز ہے مگر ان جگہوں میں یعنی االھتنا اور اامنتم میں غیر جائز ہے۔ کیونکہ التباس انشاء کا خبر کے ساتھ ہو جائے گا۔ اسی طرح جب ہمزہ ثانیہ کے بعد ایسا ساکن حرف ہو کہ اُس کے بعد کے حرف پر سکون وقفی ہو تب بھی نہ بدلا جائے گا مثال اانت ہے۔ ف۵ جب ہمزہ ثانیہ کو ورش کی روایت موجب الف سے بدل دیں اور اُس الف کے بعد ساکن ہو تو مد لازم ہوگی۔ مثال االنذرتھم ہے

وصل اور وقف میں اور آلآن وصل کی حالت میں اور ماقبل کے ہمزہ کا اعتبار
نہ کیا جائے گا اس واسطے کہ سکون قوی ہے اور قوی کو ترجیح دی جائے گی اور
جب مابعد ساکن نہ ہو تب بھی اعتبار نہ ہوگا۔ اور بعض کہتے ہیں اعتبار کیا جائے گا
مثال آٰالذکرین، آٰامنتم ہے۔ تو اس میں ورش کی روایت موجب ابدال کی حالت میں
طول، توسط، قصر تینوں جائز ہوں گے۔ جیسا کہ آمنوا میں جائز ہے اور بعض کے نزدیک
صرف قصر ہوگا۔ طول، توسط ناجائز ہے۔ ف ۶ ہمزہ مسہلہ کو مشابہ ہائے ہوز
پڑھنا بالکل بے اصل ہے اور غلط ہے۔

باب الہمزتین من کلمتین۔ جب دو ہمزہ جمع ہوں اس طرح پر کہ ایک آخر کلمہ میں ہو
اور دوسرا دوسرے کلمے کے شروع میں ہو اور دونوں مفتوح ہوں تو قالون اور بزی اور
ابوعمرو بصری ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور اگر دونوں ہمزہ مکسور یا مضموم ہوں
تو صرف ابوعمرو بصری ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور قالون، بزی پہلے ہمزہ میں
تسہیل کرتے ہیں۔ مکسورتین میں پہلے ہمزہ کو مشابہ یاء کے اور مضمومتین میں
پہلے ہمزہ کو مشابہ واو کے پڑھیں گے۔ اور بالسوء الا میں ایک وجہ اور بھی جائز
ہے۔ وہ یہ ہے کہ پہلے ہمزہ کو واو سے بدل کر واو کو واو میں قالون اور بزی ادغام بھی
کرتے ہیں۔ باقی قراء پہلے ہمزہ کو تحقیق سے پڑھتے ہیں اور یہ قراء مذکورین ہمزہ
ثانیہ کو محقق پڑھتے ہیں اور ورش اور قنبل مفتوحتین میں دوسرے ہمزہ کو مثل
الف کے پڑھتے ہیں اور مضمومتین میں ہمزہ ثانیہ کو مثل واو کے اور مکسورتین میں
مثل یاء کے پڑھتے ہیں۔ ایک وجہ تو تسہیل ہوئی۔ اور ورش اور قنبل کے واسطے
ابدال بھی جائز ہے۔ یعنی مفتوحتین میں ہمزہ ثانیہ کو الف سے اور مضمومتین میں واو
ساکنہ سے اور مکسورتین (میں) یاء ساکنہ سے بدلنا بھی جائز ہے اور خاص

هٰؤُلاءِ اِنْ اور والبغاءِ اِنْ میں ہمزہ ثانیہ کو یاءِ مکسورہ سے بدلنا بھی جائز ہے۔
باقی قراء سوائے ورش اور قنبل کے سب ہمزہ ثانیہ کو تحقیق سے پڑھتے ہیں۔

تفریع۔ جب دو ہمزہ مفتوح ہوں مثل جاءَ اَمرنا کے تو اس میں قالون اور بزی اور ابوعمرو بصری ایک ہمزہ کو حذف کریں گے اور ورش، قنبل کے واسطے تسہیل کالمد اور ابدال حرف مد سے دونوں جائز ہے۔ باقی قراء تحقیق ہمزتین سے پڑھتے ہیں اور جب دونوں مکسور ہوں۔ مثل من السماءِ اِن کے تو اس میں ابوعمرو بصری ایک ہمزہ کو حذف کردیں گے اور قالون، بزی پہلے ہمزہ میں تسہیل کریں گے اور دوسرے میں تحقیق کریں گے اور ورش، قنبل پہلے ہمزہ میں تحقیق اور دوسرے ہمزہ میں دو وجہ ہیں۔ ایک تسہیل، دوسری ابدال۔ باقی قراء تحقیق ہمزتین سے پڑھیں گے۔ اور جب دونوں مضموم ہوں مثل اولیاءُ اُولٰئک کے۔ تو اس میں ابوعمرو بصری ایک کو حذف کریں گے اور قالون اور بزی پہلے ہمزہ میں تسہیل کریں گے۔ اور دوسرے ہمزہ میں تحقیق۔ اور ورش اور قنبل کے واسطے تسہیل اور ابدال دونوں جائز ہے۔ ف ۱ ابوعمرو بصری وغیرہ جو ایک ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اس میں اختلاف ہے کہ آیا محذوف پہلا ہمزہ ہے یا ثانیہ۔ جمہور کے نزدیک پہلا ہمزہ محذوف ہے اور بعض محققین کے نزدیک ہمزہ ثانیہ محذوف ہے۔ اس اختلاف کی وجہ سے یہ بات پیدا ہوتی ہے کہ اگر پہلے ہمزہ کو محذوف مانا جاوے تو مد منفصل ہوگا اور اگر ثانیہ محذوف مانا جاوے تو مد متصل ہوگا۔ ف ۲ جب دو ہمزہ کے بعد ساکن غیر الف ہو تو ورش کے واسطے حالت ابدال میں مد لازم ہوگی اور اگر بعد میں الف ہے مثل جاءَ آل لوط کے تو بعض کے نزدیک ابدال ناجائز ہے، صرف تسہیل ہوگی اور بعض کے نزدیک ابدال بھی جائز ہے۔ اب ابدال کی حالت میں بعض اجتماع ساکنین کی وجہ سے ایک الف کو حذف کرتے ہیں اور حرف مد میں قصر کرتے ہیں اور بعض حذف نہیں کرتے اور اجتماع الفین ساکنین کو گویا مانتے ہیں اور مد لازم ٹھہراتے ہیں اور بعض توسط بھی جائز رکھتے ہیں گویا مد بدل ٹھہراتے ہیں۔

فصل - جب دو ہمزہ جمع ہوں دو کلمے میں اور مختلف الحرکت ہوں تو یہ پانچ قسم پر ہے
پہلا مفتوح ہو ثانی مضموم یا مکسور اور ان میں نافع، ابن کثیر، ابوعمرو بصری پہلے میں
تسہیل کالواو اور دوسرے میں تسہیل کالیاء کرتے ہیں - مثال تفیءَ اِلی، جاءَ اُمّۃً ہے
اور جب ثانی مفتوح اور پہلا مکسور ہو تو ثانیہ کو یاء سے بدلتے ہیں - اور جب پہلا مضموم ہو
تو ثانیہ مفتوحہ کو واو سے بدلتے ہیں - مثال لنشاءُ اَصبنا، والسماءِ اَوائتنا - اور جب
پہلا مضموم اور ثانی ہمزہ مکسور ہو مثل یشاءُ اِلی کے تو اس میں دو وجہ ہیں - ایک ابدال
ثانیہ کا یاء سے - دوسرا بین بین قریب - باقی قراء سوائے مذکورین کے تحقیق ہمزتین سے
پڑھتے ہیں -

باب وقف حمزہ و ہشام علی الہمز

جاننا چاہیے کہ جس کلمہ پر وقف کیا جاوے اگر
اُس میں ہمزہ ہے چاہے وہ ہمزہ شروع کلمہ میں ہو، چاہے وسط کلمہ میں، چاہے آخر کلمہ میں، حمزہ
اس میں تخفیف کرتے ہیں اور ہشام صرف اُس ہمزہ میں تخفیف کرتے ہیں جو آخر کلمہ میں
ہو - اور تخفیف کئی قسم پر ہے - ایک ابدال، دوسرا ادغام، تیسرا نقل، چوتھا بین بین
پانچواں حذف - اسی طرح ہمزہ کی بھی مختلف حالتیں ہیں اور تفصیل اُس کی یہ ہے کہ ہمزہ
ساکن ہوگا یا متحرک، پھر متحرک کے ماقبل ساکن ہوگا یا متحرک، اگر ساکن ہے تو
یا تو الف ہوگا یا غیر الف - تو یا تو واو یاء ہوگا یا غیر واو یاء - اگر واو یاء
ہیں تو اصلی ہوں گے یا زائد - اب معلوم ہونا چاہیے کہ جس وقت ہمزہ ساکن ہو تو اُس کو
ماقبل کی حرکت کے موافق حرف سے بدلنا چاہیے - اگر زبر ہے تو الف سے، اور پیش ہو تو
واو سے، اور زیر ہو تو یاء سے بدلا جائے گا - مثلاً الذی اؤتمن، ہدی ائتنا، یؤمنون
نبیءْ عبادی - اور جب ہمزہ متحرک اور ماقبل الف ہو تو اگر ہمزہ وسط کلمہ میں ہے تو
تسہیل ہوگی اور اگر آخر کلمہ میں ہے تو اُس کو الف سے بدلیں گے - اور اس وقت
اس الف میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں - اس واسطے کہ اگر دونوں الف ثابت
رکھے جائیں تو مدعارض ہوگا - اور اگر پہلا حذف کیا جاوے تو قصر ہوگا اور اگر دوسرا حذف

کیا جاوے تو جو ہمزہ قبل ہمزۂ مغیر کے ہو اُس میں قصر بھی جائز ہے اور یہ حکم اُس وقت
ہی جب وقف سکون کے ساتھ ہو اور اگر وقف روم کے ساتھ ہو تو متطرف میں بھی تسہیل
ہوگی اور تسہیل کے وقت مد میں قصر بھی جائز ہوگا۔ مثال سفہاء، لیستہزی، جاء، لتنائون،
ابنائنا۔ اور جب ہمزہ متحرک کے ماقبل واو یا یاء ساکن ہوں اور زائد ہوں تو اُس ہمزہ کو واو سے
بدلیں گے۔ اگر ماقبل واو ہے اور یاء سے بدلیں گے اگر ماقبل یاء ہو۔ پھر واو کو واو میں اور یاء کو یاء میں
ادغام کریں گے۔ پھر چاہے وقف سکون کے ساتھ کیا جاوے چاہے روم یا اشمام کے ساتھ کیا جاوے۔
مثال یہ ہے النسیٓء، قروٓء، بریٓء، وریٓء بقرءت حمزہ اور اگر واو یاء اصلی ہیں تو اُس میں ادغام
بھی جائز ہے اور نقل بھی۔ یعنی ہمزہ کی حرکت نقل کر کے واو یاء کو دیدی جاوے اور ہمزہ کو حذف
کر دیا جاوے۔ پھر اُس پر چاہے وقف سکون کے ساتھ کیا جاوے اور چاہے روم اشمام کے
ساتھ وقف کیا جاوے۔ اگر وہ ہمزہ متطرف ہے۔ مثال یہ ہے جیٓء، سیٓئت، ھیئۃ، شیٓئ۔ اور
جب ہمزہ کے ماقبل ساکن صحیح ہو تو اُس میں صرف نقل ہوگا۔ پھر نقل حرکت اور حذف ہمزہ کے
بعد وقف جس طرح چاہیں کریں، چاہیں سکون کے ساتھ اور چاہیں روم اشمام کے ساتھ ہو۔
مثال قرآن، لیسئلون، دفء، خبء، جزأ۔ اور جب ہمزہ خود بھی متحرک ہو اور
ماقبل بھی متحرک ہو اس کی نو صورتیں ہیں۔ ماقبل کا فتحہ اور ہمزہ کا فتحہ، ضمہ، کسرہ۔ اسی طرح
ماقبل ہمزہ کا ضمہ اور ہمزہ کا فتحہ، ضمہ، کسرہ اور ماقبل ہمزہ کا کسرہ اور ہمزہ کا فتحہ، ضمہ،
کسرہ [illegible] ان میں سیبویہ دو صورتوں میں ابدال کرتے ہیں۔ یعنی جب ہمزہ مفتوح کے
ماقبل کسرہ ہو تو اُس ہمزہ کو یاء سے بدلتے ہیں اور جب ہمزہ مفتوح کے ماقبل ضمہ ہو تو
اُس کو واو سے بدلتے ہیں۔ باقی سات صورتوں میں بین بین قریب کرتے ہیں اور اخفش
چار صورتوں میں ابدال کرتے ہیں۔ دو صورتیں وہی سیبویہ والی، تیسری صورت یہ ہے کہ ہمزہ
مضموم کے ماقبل کسرہ ہو تو اُس کو یاء سے بدلتے ہیں اور جب ہمزہ مکسور کے ماقبل مضموم ہو
تو اُس کو واو سے بدلتے ہیں۔ باقی پانچ صورتوں میں بین بین قریب کرتے ہیں۔ مثالیں یہ ہیں۔
مؤجلا، فئتہ، ننشئکم، سئلوا، شنأن، بارئکم، برءوسکم، تطمئن، لیکلؤکم۔ اور جب ہمزہ
متحرک ماقبل متحرک آخر کلمہ میں واقع ہو۔ اگر وقف سکون کے ساتھ کیا جاوے تو اس وقت میں
ہمزہ کو ماقبل کی حرکت کے موافق سے بدلا جائے گا۔ مثل بدأ، یبدأ، امرؤ، لؤلؤ۔ اور

اگر روم کے ساتھ وقف کیا جاوے تو تسہیل کا قاعدہ پایا جاوے گا تو تسہیل ہوگی اور اگر ابدال کی صورت ہوگی تو ابدال ہوگا - اور اس صورت میں اشمام جائز نہیں ہے - کیونکہ اشمام کی حالت میں اسکان موقوف علیہ ہوتا ہے اور اسکان کی صورت میں ابدال ہوتا ہے پھر اشمام کس طرح ہوسکتا ہے! اور اگر ابدال نہ کریں تو تخفیف نہیں ہوتی ہے - یہاں تک جو قاعدہ تخفیف کے بیان کیے گئے یہ تخفیف قیاسی کہلاتی ہے - اور اس تخفیف میں ہشام بھی شریک ہیں - مگر جب ہمزہ آخر کلمہ میں ہوتا ہے جیسے ہشام تخفیف کرتے ہیں، ہمزہ متوسط میں تخفیف نہیں کرتے ہیں - دوسری قسم تخفیف رسمی ہے یعنی جو ہمزہ کی صورت ہو اُسی طرح کی تخفیف ہوگی - اگر ہمزہ بصورت الف ہے تو الف سے بدلا جائے گا - اگر بصورت واو ہے تو واو سے اور بصورت یاء ہے تو یاء سے بدلا جائے گا - اور اگر کوئی صورت نہیں ہے تو حذف کیا جائے گا - مگر اس تخفیف رسمی کی کچھ شرطیں ہیں جو ہر جگہ جائز نہیں ہے - وہ انشاء اللہ تعالیٰ فرش میں لی جائیں گی - اور اکثر کا عمل تخفیف قیاسی پر ہے -

تفریع - انبئھم، اور نبئھم میں جب ہمزہ کو یاء سے بدل دیا جاوے تو ہاء میں ضمہ اور کسرہ دونوں درست ہے - اور رئیا، رؤیا اور تؤوی - ان میں جب ہمزہ کو بدلا جاوے تو ادغام اور اظہار دونوں جائز ہے - اور مستھزؤن اور جو اُس کے مثل ہو یعنی ہمزہ مضموم کے بعد واؤ جمع کی ہو اور ماقبل ہمزہ کے کسرہ ہو تو اس میں تین ۳ وجہ صحیح ہیں اور تینوں قوی ہیں - ایک ۱ بین بین قریب، دوسری ۲ ابدال اُس کا یاء سے، تیسری ۳ حذف - پھر حذف کی صورت میں ماقبل کے کسرہ کو ضمہ سے بدل دینا چاہیے — **فائدہ** روم فتحہ میں اور اشمام فتحہ اور کسرہ دونوں میں جائز نہیں ہے اور جو ہمزہ شروع کلمہ میں واقع ہو اگر ساکن ہے تو اُس میں تخفیف ہوگی اور اگر متحرک ہے اور اُس کے ماقبل حروف معانی سے اگر کوئی حرف ہے تو اُس میں تخفیف اور تحقیق دونوں جائز ہے اور تخفیف وہ ہوگی جو ہمزہ متوسط میں ہوتی ہے - اور جو قواعد ذکر کیے گئے ہیں انھیں کے موافق تخفیف ہوگی اور جب ہمزہ مبداۃ متحرک کے ماقبل اسم یا فعل واقع ہو تو اس وقت تحقیق ہوگی اور بعض نے اس کو بھی ہمزہ متوسط کے حکم میں رکھا ہے - مگر جمہور کے نزدیک یہ ضعیف ہے -

تنبیہ - حمزہ اور ہشام کے سوا سب کے نزدیک ہمزہ تحقیق سے پڑھا جاوے گا - اب جاننا چاہیے،

چونکہ ہمزہ ثقیل ہے اس واسطے حمزہؒ تخفیف کرتے ہیں اور اکثر پڑھنے والے اکثر جگہ ہمزہ کو بلاقصد تخفیف سے پڑھتے ہیں۔ کہیں ہمزہ کو حذف کرتے ہیں اور کہیں بین بین کرتے ہیں اور کہیں ابدال کرتے ہیں اور کہیں نقل کرتے ہیں اور کہیں ساکن متحرک اور متحرک ساکن ہوجاتا ہے۔ اب یہ سب تغیرین اگر حمزہؒ کے قواعد کے موافق ہوئیں تو غلط فی الروایت ہوگی اور اگر کسی قاری کے نزدیک نہیں ہے تو تحریف ہوگی جو کسی طرح سے جائز نہیں ہے۔

باب الامالۃ — امالہ کے معنی یہ ہیں کہ فتحہ کو کسرہ کی طرف مائل کرنا اور الف کو یاء کی طرف مائل کرنا۔ جو الف متطرف منقلب عن الیاء ہو اُس میں حمزہؒ، کسائیؒ امالہ کرتے ہیں۔ اسی طرح جو الف بصورت یاء لکھا گیا ہو اُس میں بھی حمزہؒ، کسائیؒ امالہ کرتے ہیں۔ فَعْلیٰ، فِعْلیٰ، فُعْلیٰ یا فَعالیٰ، فُعالیٰ کے وزن پر ہو تب بھی حمزہؒ، کسائیؒ امالہ کرتے ہیں۔ مثالیں یہ ہیں ہُدیٰ، رَاٰ، ضُحیٰ، موسیٰ، عیسیٰ، یحییٰ، خطایا، حوایا، سُکاریٰ — اور لدی اور زکیٰ اور الیٰ اور حتیٰ اور علیٰ اِن میں امالہ نہ ہوگا — فصل — اَحیا جب بعد واو عاطفہ کے ہو تو حمزہؒ، کسائیؒ دونوں امالہ کریں گے اور اگر ماقبل واو نہیں ہے تو صرف کسائیؒ امالہ کریں گے اور الرؤیا یعنی معرف باللام اور رؤیای یعنی رؤیا جو مضاف ہو طرف متکلم کے اس میں صرف کسائیؒ امالہ کرتے ہیں اور جو رؤیا مضاف ہو طرف کاف خطاب کے اس میں صرف حفص الدوری امالہ کریں گے۔ اسی طرح مثوای، محیای، ہدای جب مضاف ہوں طرف یاء متکلم کے اور مشکاۃ ان میں بھی صرف حفص دوری امالہ کریں گے۔ اور محیا جب مضاف ہو طرف ھم کے جو ضمیر جمع کی ہے اس میں کسائیؒ امالہ کریں گے اور مرضات اور خطایا اور حق تقاتہٖ سورہ نساء میں اور قد ھدانِ جو سورہ انعام میں ہے اور وما انسانیہ جو سورہ کہف میں ہے اور من عصانی جو سورہ ابراہیم میں ہے اور واَوصانی جو سورہ مریم میں ہے اور آتانی الکتٰب اور فما آتانی اللہ جو سورہ مریم اور نمل میں ہے ان میں بھی صرف کسائیؒ امالہ کرتے ہیں۔ ایسا ہی صرف کسائیؒ امالہ کرتے ہیں تلاھا، اور طحٰھا اور دحٰھا اور سجٰی میں — شروع فصل سے لے کر یہاں تک باوجود قاعدہ پائے جانے کے حمزہؒ امالہ نہیں کرتے۔ اب بعض الفاظ ایسے ہیں جن میں صرف حمزہؒ امالہ کرتے ہیں اور کسائیؒ امالہ نہیں کرتے اور نہ قاعدہ مذکورہ پایا جاتا ہے۔ وہ الفاظ یہ ہیں :—

جاءَ، شاءَ، زاد، خاب، خافوا، طاب، ضاقت، حاق، زاغوا۔ یہ سب الفاظ ماضی کے صیغے
ہیں، چاہے مذکر کا صیغہ ہو، چاہے مؤنث کا۔ سوائے زاغت کے کہ اس میں امالہ نہ ہوگا۔ اور چاہے
مفرد ہوں یا جمع کے صیغے ہوں۔ البتہ مضارع وغیرہ میں امالہ نہ کیا جائے گا۔ اور ابن ذکوان بھی حمزہ کے
موافق جاءَ اور شاءَ میں امالہ کرتے ہیں اور زاد جو پہلی جگہ قرآن شریف میں ہے اُس میں ابن ذکوان
صرف امالہ کرتے ہیں اور پہلی جگہ کے ماسوا میں امالہ اور ترک امالہ دونوں جائز ہے۔ اور بل ران میں
حمزہ، کسائی، شعبہ امالہ کرتے ہیں۔ فصل۔ اس فصل میں اُن الفاظ کا ذکر ہے جن میں
حمزہ، کسائی کے ساتھ اور بھی بعض قاری نے موافقت کی ہے۔ یا ایک ممال حرف کی مناسبت سے
کسی قاری نے قریب کے حرف میں بھی امالہ کیا۔ وہ الفاظ یہ ہیں:۔ ایک رَءَا کا لفظ ہے اس میں
حمزہ، کسائی، شعبہ امالہ کرتے ہیں۔ اور اعمیٰ کا لفظ جو سورہ بنی اسرائیل میں پہلی جگہ ہے اُس میں
حمزہ، کسائی، شعبہ امالہ کرتے ہیں اسی طرح سُوًی جو سورہ طٰہٰ میں ہے اور سُدًی جو سورہ قیمہ میں ہے
ان میں بھی حمزہ، کسائی، شعبہ وقف کی حالت میں امالہ کرتے ہیں اور اعمیٰ کا لفظ جو دوسری جگہ
بنی اسرائیل میں ہے اُس میں حمزہ، کسائی، شعبہ، ابوعمرو بصری امالہ کرتے ہیں۔ اور اِنٰہُ جو
سورہ احزاب میں ہے اس میں حمزہ، کسائی، ھشام امالہ کرتے ہیں۔ اور جو الف متطرف
بعد رای کے واقع ہو اُس میں حمزہ کسائی، ابوعمرو بصری امالہ کرتے ہیں۔ مثل نزلٰی، ذکریٰ کے اور
مجرٖیھا جو سورہ ہود میں ہے اُس میں حفص بھی حمزہ، کسائی، ابوعمرو بصری کے ساتھ امالہ کرتے ہیں
اور ادری میں حمزہ، کسائی، شعبہ، ابوعمرو بصری امالہ کرتے ہیں اور ابن ذکوان کے نزدیک
خلف ہے اور ترآءَ جو سورہ شعرا میں ہے اُس میں دو الف ہیں پہلے الف میں صرف
حمزہ وقف اور وصل میں امالہ کرتے ہیں اور دوسرے الف میں وقف کی حالت میں حمزہ، کسائی
دونوں امالہ کرتے ہیں اور وصل میں دوسرے الف میں امالہ نہ ہوگا۔ کیونکہ الف، اجتماع ساکنین سے
حذف کیا جائے گا اور پہلے الف میں جو حمزہ امالہ کرتے ہیں۔ یا تو اس وجہ سے کہ یہ رسماً ذکری،
نری کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور یا دوسرے الف کی مناسبت سے امالہ کیا جاتا ہے اور
نای جو سورہ بنی اسرائیل میں ہے اُس میں خلف اور کسائی نون اور الف میں امالہ کرتے ہیں اور
خلاد اور شعبہ صرف الف میں امالہ کرتے ہیں۔ اور سوسی کے واسطے الف میں دونوں وجہ ہیں

امالہ اور ترکِ امالہ ۔ باقی قراء ترکِ امالہ سے پڑھتے ہیں ۔ اور جو نائی سورہ فصلت میں ہے اُس کا
بھی یہی حکم ہے ۔ فرق اتنا ہے کہ اس میں شعبہ امالہ نہیں کرتے اور نائی کے نون میں جو امالہ ہوتا ہے یہ امالہ
للامالہ ہے ۔ یعنی الف کی مناسبت سے نون امالہ کیا گیا ہے ۔ اور توراتہ کا لفظ جہاں پر ہو اُس میں ابوعمرو بصری،
ابن ذکوان ، کسائی امالہ کبریٰ کرتے ہیں اور ورش ، حمزہ امالہ صغریٰ کرتے ہیں اور قالون کے نزدیک
امالہ صغریٰ اور ترکِ امالہ دونوں درست ہے ۔ اور رءا کے لفظ کے بعد جب حرف متحرک ہو جیسے
رای ابرہیم ، تو راء میں اور الف میں ابن ذکوان ، حمزہ ، کسائی ، شعبہ امالہ کرتے ہیں اور دوری
عن البصری صرف الف میں امالہ کرتے ہیں ۔ اور سوسی کے واسطے امالہ راء کا اور الف کا دوسری
وجہ صرف الف کا امالہ ۔ اور ورش کے نزدیک راء اور الف میں امالہ صغریٰ ہوگا اور
راء ضمیر کے ساتھ متصل ہو تو ابن ذکوان کے واسطے راء اور الف میں ترکِ امالہ بھی جائز ہے
باقی قراء یعنی قالون ، ابن کثیر ، ہشام ، حفص دونوں حرفوں میں ترکِ امالہ سے پڑھتے ہیں اور جب
رائکا کے بعد ساکن حرف آجاوے جیسے رای القمر تو حمزہ صرف راء میں امالہ کرتے ہیں اور
شعبہ بھی صرف راء میں امالہ کرتے ہیں ۔ اور راء میں اور ہمزہ میں دونوں میں بھی شعبہ سے
امالہ ثابت ہوا ہے اور سوسی کے واسطے راء میں خُلف ہے ۔ اسی طرح ہمزہ میں بھی خُلف ہے ۔ باقی
قراء وصل کی حالت میں دونوں حرفوں میں ترکِ امالہ سے پڑھتے ہیں ۔ اور جب رائی پر وقف
کیا جاوے تو اس وقت اس کا حکم مثل رای ابرہیم کے ہوگا ۔ ف: امالہ دو قسم پر ہے ۔ ایک
کبریٰ ، دوسرا صغریٰ ۔ کبریٰ میں فتحہ قریب کسرہ کے ہوتا ہے اور صغریٰ میں قریب فتحہ کے ہوتا ہے ۔
فصل ۔ الف متطرف منقلب عن الیاء اور مرسوم بالیاء جس کے ماقبل راء نہ ہو اُس میں ورش کے
واسطے امالہ صغریٰ اور ترکِ امالہ دونوں درست ہے اور اگر الف کے ماقبل راء واقع ہے تو
صرف امالہ صغریٰ ہوگا ۔ اور سورہ طٰہٰ[1] اور نجم[2] اور شمس[3] اور سبح اسم[4] اور واللیل[5] اور
ضحیٰ[6] اور اقرأ[7] اور نازعات[8] اور عبس[9] اور قیمٰہ[10] اور معارج[11] ان سورتوں کی آیتوں کے
آخر کلمہ میں جب الف منقلب یا مرسوم بالیاء ہوگا تو اُس میں ورش کے واسطے صرف
امالہ صغریٰ ہوگا ۔ مگر جب الف کے بعد ہاء ضمیر کی واقع ہو جیسے جلّٰها ، تلٰها ، تو اس وقت
ترکِ امالہ بھی درست ہے ۔ اور فَعْلٰی ، فِعْلٰی ، فُعْلٰی کے وزن پر جو کلمہ ہے اور ان گیارہ[11]
سورتوں کی آیتوں کے آخر کلمہ میں جب الف منقلب یا مرسوم بالیاء ہو تو ابوعمرو بصری

امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ مگر جب الف کے پہلے راء واقع ہو تو اُس وقت امالہ کبریٰ ہوگا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اور یاویلتیٰ اور انّیٰ اور یاحسرتیٰ اور یااسفیٰ میں دوری عن البصری امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ باقی قراء اپنے قاعدہ پر رہیں گے۔ **فصل** ۔ اِس فصل میں امالہ کا سبب کسرہ مابعد کا ہوگا اور بعض جگہ ماقبل کا بھی۔ پھر یہ الف جو کسرہ کی وجہ سے ممال ہوتا ہے یا اُس کے واسطے قاعدہ کلیہ ہے یا سماعی ہے۔ جس وقت الف کے بعد راء لام کلمہ میں واقع ہو اور مکسور ہو اور الف کے پہلے بھی راء ہو مثل ابرار کے تو ایسے الف میں ابوعمرو بصری اور کسائی امالہ کبریٰ کرتے ہیں اور ورش اور حمزہ امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ اور اگر الف کے پہلے راء نہیں ہے تو ابوعمرو بصری اور دوری عن الکسائی امالہ کبریٰ کریں گے اور ورش امالہ صغریٰ کریں گے۔ مثالیں یہ ہیں :۔ البصارِھم، الدارِ، کفارِ، حمارِک، اور کفرین اور الکفرین میں بھی بصری اور دوری محض کسرہ کی وجہ سے امالہ کبریٰ کرتے ہیں۔ اور رای میں بھی بصری، شعبہ، کسائی، قالون امالہ کرتے ہیں۔ اور جبارین اور الجار اور القاری جب مضاف ہو طرف یاء متکلم کے اور لنسارع، یسارعون، سارعوا اور آذانھم، آذاننا، الباریٔ، باریٔ، طغیانھم، الجوار۔ ان الفاظ میں صرف دوری عن الکسائی امالہ کرتے ہیں اور یُواری، اُواری جو سورہ مائدہ میں ہے اس میں دوری کے واسطے امالہ اور ترکِ امالہ دونوں جائز ہے۔ اور الناس جب مجرور ہو اُس میں دوری عن البصری امالہ کرتے ہیں اور ضعافاً آتیک بہ قبل جو سورہ نمل میں ہے اُس میں خلف امالہ کرتے ہیں اور خلاد کے واسطے مختلف ہے۔ اور مشارب اور آنیۃ جو سورہ غاشیہ میں ہے اور عابدون، عابد جو سورہ قل یا میں ہے ان میں ھشام امالہ کرتے ہیں۔ حمارک، الحمار، الاکرام، عمران، اکرامھن، ہارٍ، المحراب۔ ان الفاظ میں ابن ذکوان خُلف کے ساتھ امالہ کرتے ہیں۔ مگر محراب کا لفظ جب مجرور ہو تو صرف امالہ ہوگا۔ کفرین، الکفرین، ہارٍ ان میں ورش امالہ صغریٰ کرتے ہیں اور جبارین، الجار میں ورش کے واسطے خُلف ہے۔ البوارِ، القھارِ میں حمزہ بھی امالہ صغریٰ کرتے ہیں جیسا ورش امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ کلاھما اور الربا میں حمزہ، کسائی امالہ کرتے ہیں ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے۔ اسی طرح مشکوۃ میں بھی جو

حفص الدوری امالہ کرتے ہیں۔ یہ بھی ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے ہے۔

فصل۔ الٓرٰ، الٓمّرٰ۔ ان کے الف میں ابوعمرو بصری، ابن عامر، شعبہ، حمزہ، کسائی امالہ کرتے ہیں اور ورش امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ کٓھٰیٰعٓصٓ میں ہا کے الف میں ابوعمرو بصری، شعبہ، کسائی امالہ کرتے ہیں اور یا کے الف میں ابن عامر، شعبہ، حمزہ، کسائی امالہ کرتے ہیں اور سوسی کے واسطے خُلف ہے۔ اور نافع ہا یا دونوں میں امالہ صغریٰ کرتے ہیں۔ طٰہٰ، طٰسٓ، طٰسٓمٓ ان کے طا کے الف میں حمزہ، کسائی، شعبہ امالہ کرتے ہیں اور طٰہٰ کے ہا کے الف میں ورش، ابوعمرو بصری، حمزہ، کسائی، شعبہ امالہ کبریٰ کرتے ہیں۔ حٰمٓ، حٰمٓ عسق کے حا کے الف میں ابن ذکوان، حمزہ، کسائی، شعبہ امالہ کرتے ہیں اور ورش، ابوعمرو بصری امالہ صغریٰ کرتے ہیں اور حمزہ، کسائی، شعبہ یٰسٓ کے الف میں امالہ کرتے ہیں۔ ف۱ جب الف میں امالہ مابعد کے کسرہ کی وجہ سے ہوا ہو تو وقف یا ادغام کی حالت میں کسرہ کا نہ ہونا مانع امالہ نہیں ہے۔ بلکہ امالہ کیا جاوے گا کیونکہ سکون عارضی ہے۔ مثال اس کی یہ ہے ابرارلفی (میں) سوسی راء کو لام میں ادغام کرتے ہیں۔ یہی مثال وقف کی بھی ہے۔ مثلاً ابرار پر وقف کر دیا جاوے۔ ف۲ جس الف میں امالہ کا قاعدہ پایا جاتا ہے پھر وہ الف متصل اپنے کلمہ سے ہو جس کا اول حرف ساکن ہے تو یہ الف وصل کی حالت میں التقاء ساکنین سے ساقط ہو جائے گا۔ مگر جب الف کے پہلے راء ہو تو سوسی کے نزدیک اس قسم میں امالہ بھی جائز ہے۔ مثال عیسی ابن مریم، والقری التی۔ اور اگر وہ الف تنوین کی وجہ سے یا جازم کی وجہ سے ساقط ہوا ہو تو سوسی کے واسطے فتحہ میں امالہ ہوگا۔ مثال اولم یرالذین، اور جب اس الف پر وقف کیا جاوے تو پھر جو جو قواعد پائے جاتے ہیں انھیں کے موافق امالہ ہوگا۔ اور جو الف تنوین کی وجہ سے ساقط ہوا ہو وقف کی حالت میں اس الف میں امالہ اور ترک دونوں جائز ہے۔ مگر اولیٰ امالہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نصب کی حالت میں ترک امالہ اور رفع جر میں امالہ اولیٰ ہے۔ مثل قریً، ہدیً، مسمیً، مولیً کے۔

فصل۔ اس فصل میں تاء تانیث کے پہلے جو حرف ہے اس کے امالہ کا حکم بیان کیا جائے گا۔

جو تاء تانیث وقف میں ہاء ہوجاتی ہے یا کسائی اُس کو وقف میں ہاء پڑھتے ہیں۔ امام کسائی کے واسطے اُس میں دو مذہب ہیں۔ اول مذہب تو یہ ہے کہ وقف کی حالت میں جب تاء تانیث کو ہاء سے بدلیں گے تو اُس کے ماقبل کے فتحہ میں امالہ کیا جائے گا چاہیے کوئی حرف واقع ہو ہواء الف کے کہ اس میں اس قاعدے سے امالہ نہ کیا جائے گا۔ مثال رحمۃ، نعمۃ، رحمت، نعمت۔ اور ممتنع کی مثال صلوۃ، زکوۃ ہے اور مرضاۃ، مشکوۃ کے الف میں جو امالہ ہوا ہے تاء تانیث کی وجہ سے نہیں ہے۔ بلکہ یائی ہونے کی وجہ سے۔ اور ماقبل کے کسرہ کی وجہ سے امالہ کیا جاتا ہے۔ دوسرا مذہب یہ ہے کہ ماقبل کا حرف چار قسم پر ہے۔ مفتوح یعنی غیر ممال، ممال مطلق، ممال بالشرط، ممال بخلف۔ جو حرف مطلقاً مفتوح ہوتے ہیں وہ دس ہیں۔ جن کا مجموعہ یہ ہیں۔ حاع قظ خص ضغط۔ مثال نطیحہ، حیوٰۃ، ھیہات، اللات، لات، ذات اور توراۃ، مرضات، تقاۃ کے الف میں جو امالہ کیا جاتا ہے اُس کا سبب تاء تانیث نہیں بلکہ ان کا الف ذوات الیاء میں ہے۔ اس سبب سے امالہ کیا جاتا ہے۔ اور مثالیں ممنوع کی طاعہ، طاقہ، غلظہ، الصاخہ، خالصۃ، بعوضہ، صیغہ، بسطۃ۔ اور پانچ حروف ممال مطلق ہیں وہ پندرہ حرف ہیں۔ جن کا مجموعہ فجثت زینب لذود شمس ہے۔ مثال خلیفہ، ولیجہ، ثلثہ، میتۃ، اعزہ، شبہ، جنۃ، حبہ، لیلہ، لذۃ، قوۃ، عدۃ، عیشۃ، رحمۃ، خمسہ۔ اور ممال بالشرط کے چار حرف ہیں۔ وہ حروف اکھر ہیں۔ ان کے قبل جب کسرہ یا یاء ساکنہ ہو اُس وقت ان میں امالہ کیا جائے گا چاہیے وہ کسرہ متصل ہو یا منفصل ساکن کسی ساکن کے ہو۔ مثال بیئۃ، مائۃ، الایکۃ، ملئکۃ، فاکھۃ، وجھۃ، کبیرۃ، کافرۃ، عبرۃ۔ اور یہی حروف جب بعد کسرہ یا یاء ساکنہ کے نہ ہوں تو ممال بخلف ہیں۔ مگر امالہ ضعیف ہے۔ مثال امراۃ، براءۃ، الشوکۃ، سفاہۃ، حسرۃ، حجارۃ۔ **باب الوقف**۔

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - - -

سوال ۔ کیا فرماتے ہیں علماء و قراء اِس مسئلہ میں کہ حروف ک ۔ ت جو حروف مہموسہ سے ہیں
ان کی صفتِ ہمس کے کیا معنی ہیں اور کس طرح ادا کی جاتی ہے ۔ ایک قاری صاحب فرماتے ہیں کہ
ک ، ت کی صفتِ ہمس کسی کو ادا کرنی نہیں آتی ۔ اور وہ خود اِس طرح ادا کرتے ہیں کہ
ک ، ت کے بعد کچھ سکتہ جیسا کرتے ہیں اور ہائے ہوز کی صوت مسموع ہوتی ہے ۔ آیا یہ ادا
صحیح ہے یا نہیں ۔ بینوا توجروا ۔

الجواب ۔ اس طرح کی صفتِ ہمس ادا کرنا بالکل غلط اور بے اصل ہے ۔ نہ کسی قاری سے سنا ،
نہ کسی کتاب میں اس کا ذکر ہے ۔ البتہ بعض اعجام مثل خراسان ، ترکستان ، ایران یا
بعض اعراب عرب مثل اہل نجد و یمن وغیرہ سے اس قسم کی ادا سنی ہے اور وہ بھی اس وجہ سے
کہ ان کی بول چال بھاری بھرکم آواز سے ہے اور حروف بائ میں صفت تہوع کی پائی جاتی ہے اور
بھاری آواز ہو سکتی ہے ۔ اس وجہ سے اکثر حروف مستفلہ کے بعد ہائ کی صوت مسموع ہوتی ہے
کچھ خصوصیت ک ت میں نہیں ۔ مگر فصحاء و قراء عرب و عجم میں اس ادا کا نام نشان نہیں ۔
ثانیاً یہ کہ ک ۔ ت کو بعض نے مجہورہ سے لکھا ہے گو کہ جمہور کا قول نہیں ۔ مگر اسی بعض کے
قول پر عمل کرنا بہتر ہے قول و ادا مخترع سے جس کی کچھ اصل نہیں ۔ ثالثاً ۔ یہ کہ شدیدہ کو
شدیدہ اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کے ادا کرتے وقت تصادم حبس میں شدت یعنی
سختی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ بات ادنٰی تامل سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ جو شدت باری ، جاری کے
ب جیم میں ہے ۔ وہ بھاری ، جھاری کے ب ج میں نہیں ہو سکتی اس پر قیاس کر لینا چاہیئے ۔ کان ،
تان ، کھانہ تھانہ کو بھی تو ایک صفت ہمس جو مختلف فیہ ہے اس کی ادا کرنے کے واسطے
شدیدہ صفت جو کہ متفق علیہ ہے وہ مفقود ہو جائے گی ۔ اور یہ عقلاً و نقلاً جائز نہیں ۔
خلاصہ کتب تجوید و محقق ادا یہ ہے کہ جہر کے لغوی معنی بلند آواز کے اور ہمس کے معنی پست آواز کے
تو چونکہ حروف مجہورہ قدرتاً جہری الصوت ہیں اور حروف مہموسہ خفی الصوت ، اس واسطے یہ
نام تجویز کیا گیا ۔ اسی واسطے حروف اجد قط بکت جو کہ حروف شدیدہ ہیں ان میں سے ک ت
بہ نسبت اور حروف شدیدہ کے خفی الصوت اور ان کی پست آواز ہے ۔ یہ حالت یعنی شدت اتصال

یا ضعف اتصال اور جہری الصوت یا خفی الصوت ہونا حروف میں ہر حال میں پایا جائے گا۔ خواہ متحرک ہوں، خواہ ساکن۔ اور اصلی تعریف یہی ہے۔ اور قوت اور ضعف ان میں اضافی ہوتا ہے اور احتباسِ نفس مجہورہ میں اور جریان مہموسہ میں اور احتباسِ صوت شدیدہ میں۔ اور جریانِ صوت رخوہ میں۔ یہ حروف کے لوازمات و عوارضات میں سے ہیں۔ وہ بھی سکون کی حالت میں اس کا ظہور ہوتا ہے اور جب متحرک ہوں تو احتباس اور جریان غایت درجہ خفاء میں ہوتا ہے بلکہ معدوم کہنا چاہیے۔ تو اب معلوم ہوگیا کہ کتب صرف و تجوید میں جو تعریف کی جاتی ہے جریان اور احتباس کے ساتھ۔ یہ تعریف بالعارض فی السکون ہے نہ فی جمیع الحالات۔ اس وجہ سے حیرانی اور پریشانی ہوتی ہے اور اعتراضات اور شبہہ وارد ہوتے ہیں۔ اور ناواقف کچھ کا کچھ سمجھ لیتا ہے۔
اب ایک قاعدہ مسلّم ہے کہ جب دو جسم زور اور قوت سے ٹکرائیں گے تو جدائیگی بھی ان میں قوت اور سرعت سے ہوگی اور چونکہ حروف شدیدہ میں تصادم جسمین قوت سے ہوتا ہے اسی واسطے شدیدہ میں سے حروف قطب جد میں سکون کی حالت میں صفت قلقلہ یعنی مخرج میں جنبش قوت سے رکھی گئی ہے۔ مگر ہمزہ کو اکثر نے قلقلہ سے خارج رکھا ہے اور ک ت چونکہ مہموس بھی ہیں اس وجہ سے اس میں جنبش نہایت ہی نرمی سے ہونی چاہیے کہ سامع جو قریب ہے اس کو محسوس ہوسکتا ہے اور ک ت ساکن ہو یا متحرک اس کے بعد ہا کی آواز نہ ہونی چاہیے۔ اور تاء جو ساکن کے بعد ث س کی آواز نہ ہونی چاہیے جیسا کہ بعض عوام یا بعض اعجام ہمس کی وجہ سے اس طرح اداء کرتے ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ عبدالرحمن الہ آبادی عفی عنہ ۔ ۲۲۲۲۲۲

سائل۔ خلاصہ کتب تجوید و محقق الخ۔ اس عام عبارت کی تحریر کی غرض سمجھ میں نہیں آئی۔ نہ اس سے ان قاری صاحب کی کیفیت اداء کی تغلیط ہوتی ہے۔ بلکہ چند خدشے پیدا ہوگئے۔

مجیب۔ اس عبارت سے غرض یہ ہے کہ قاری صاحب کی اداء کا مبنیٰ منشاء دکھانا ہے اور غور سے ملاحظہ کیا جائے تو ان کی اداء کی تغلیط اور تردید بھی ہوجاتی ہے۔ نمبر ۲ سوال۔ جریان و احتباسِ صوت و نفس کو حروف کے لوازمات و عوارضات سے لکھا ہے۔ حالانکہ لازم ہ عارض

متضاد ہیں نہ کہ مترادف۔ دونوں ایک شے پر کیسے صادق آسکتے ہیں۔ الخ۔ نمبر ۲۔ جواب
لوازمات وعوارضات، جب عطف کے ساتھ لکھا گیا تو اس سے تغایر ثابت ہوتا ہے نہ کہ ترادف۔
کیونکہ عطف چاہتا ہے متغایرین کو اور لازم، عارض میں نسبت تضاد کی نہیں ہے بلکہ عموم وخصوص من وجہ
ہے اور دونوں شے واحد پر صادق آسکتے ہیں۔ مثلاً ضاحک بالقوۃ لازم بھی ہے عارض بھی ہے
ضاحک بالفعل محض عارض ہے۔ ناطق محض لازم ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ مہموسہ میں جریٔ نفس غیر مسموع
بعض کی تعریف موجب، عارض لازم ہے۔ بعض کی تعریف موجب لازم رخوہ میں جریانِ صوت
صرف سکون کی حالت میں عارض ہوسکتا ہے۔ نمبر ۳۔ منح الفکریہ وغیرہ میں تو لوازمات سے معلوم ہوتا ہے۔
جواب نمبر ۳۔ منح الفکریہ، نہایۃ القول میں صفات کی تعریف عوارض تعرض للاصوات الحروف
من الجہر والہمس وغیرہا لکھا ہے۔ نمبر ۴۔ سوال۔ اور بالفرض اگر عارض ہو تو ترک اس کا مخل
نہ ہوگا۔ نمبر ۴ جواب۔ جب جریانِ نفس عارض لازم ہوا مہموسہ میں یا لازم ذاتی ہے تو منفک نہیں
ہوسکتا۔ گو کہ محسوس نہ ہو۔ جیسا کہ مہموس متحرک میں جریانِ نفس کا پتہ نہیں لگتا۔ نمبر ۵ سوال۔ جب
سکون کی حالت میں جری وعدم جری مسلّم ہے تو وہ قاری صاحب سکون کی حالت میں بھی تو کاف و
تاء میں جریانِ نفس کے قائل ہیں۔ کما فی الحرکتہ۔ تو یہ ان کے خلاف ہوا۔ نمبر ۵ جواب بندہ نے
ہر بات میں مخالفت کا ذمہ نہیں لیا ہے کہ صحیح قول ہو تو اس کی بھی مخالفت کروں۔ جریٔ نفس و
عدم جری سے کون انکار کرسکتا ہے۔ البتہ اس کے اداء کرنے میں مخالفت ہوسکتی ہے۔ یعنی سوال ۶
جو صورت ادائگی میں نے ظاہر کی ہے صرف اس کے مخالف ہوں۔ نمبر ۶ سوال میں جناب نے لکھا ہے کہ
جب متحرک ہوں تو احتباس وجریان غایت درجہ خفا ہوتا ہے۔ بلکہ کالعدم کہنا چاہیے۔ یہ
عبارت نہایۃ القول کے خلاف ہے۔ اعلم ان جری النفس وعدم جریہ عند تحریک الحروف ابین منہما
عند اسکانہ۔ نمبر ۶۔ جواب۔ یہ عبارت میرے موافق نہ کہ مخالف۔ اس واسطے کہ بائین ابین
خفی ہوتا ہے کیونکہ جری وعدم جری عند التحریک لفضل علیہ اور جری وعدم جری عند الاسکان لفضل ہے۔
ترکیب اس کی اس طرح پر کی جائے گی کہ ابین کی ضمیر جو فاعل ہے اس کا مرجع مطلق جری وعدم
جری عند اسکانہ حال ہے ضمیر سے اور منہما کی ضمیر کا مرجع جری و عدم جری عند التحریک ہے جو کہ
لفضل علیہ ہے۔ دوسرے یہ کہ نہایۃ القول کی عبارت اصل میں جہد المقل کی ہے۔ اور اس کا ماخذ رعایہ ہے
اور قاری صدیق صاحب نے صفحہ ۲۴ میں فرمایا اپنے رسالہ قال صاحب الرعایہ ان جری النفس فی الہمس

وحبس النفس فی الجہر فی الساکن زائد من المتحرک وفی الوقف ازید من الساکن ، اس سے بھی
میرے قول کی تائید ہوگی اور جہد المقل صفہ ۶ میں ہے ویکمل ہذا الاحتباس والجری عند اسکان
الحروف حاصلہ انہما ناقصان عند تحریک الحروف وکاملان عند اسکانہ ۔ اس سے میرے قول کی
پوری تصدیق ہوگئی ۔ اب خدشات تو رفع دفع ہوگئے ۔ رہا قاری صدیق صاحب جو جہد المقل کی
عبارت کو اپنی صحتِ ادا پر استدلال میں لاتے ہیں اس کے متعلق جو کچھ میرے ذہن میں آیا
ہے عرض کرتا ہوں ۔ اول یہ کہ ان کی تغلیط صرف اسی قدر ہوسکتی ہے جو کہ سوال میں بیان کی گئی
یعنی سکتہ اور ہاء ہوز کی صوت کا یا اور کسی صوت کا پیدا ہونا جہد المقل کی عبارت واما الشدید
المہموس فہی حرفان الکاف والتاء المثناۃ القویتہ فلشدتہما یحتبس صوتہما بالکلیہ بل نفسہما الیفر.
حین [illegible] احتباس صوتہما لان احتباس الصوت بالکلیہ لایکون الا باحتباس النفس بالکلیہ لان
حقیقۃ الصوت ھی النفس ثم ینفتح مخرجاہما ویجری فیہما نفس کثیر مع صوت ضعیف
لیحصل الہمس ۔ اس کا ظاہری مطلب معارض ہے ۔ کتاب النشر فی القراءت العشر اور
منح الفکریہ کے ۔ کتاب النشر فی القراءت العشر میں ہے ۔ والتاء یتحفظ بہا فیہا من الشدۃ
والہمس لئلا تصیر رخوۃ کما ینطق لبعض الناس والکاف فلیحسن بہا فیہا من الشدۃ
وا[illegible] لئلا یذہب الی الکاف الصماء الثابتۃ فی بعض لغات العجم فان ذلک غیر جائز فی
لغات العرب ولیحذر من اجراء الصوت معہا کما یفعلہ بعض الاعاجم ۔ اس سے صاف طور سے ثابت
ہوگیا کہ اجراء صوت اداء اعاجم کی ہے ۔ اور منح الفکریہ صفہ ۲ میں ہے ثم ان النفس المخارج الای ہو
صفۃ حروف ان تکیف کلہ بکیفیۃ الصوت حتی یحصل صوت قوی کان الحروف مجہوراً وان لقی لبعضہ
بلا صوت یجری مع الحروف کان الحروف مہموسا ۔ والیف اذا انحصر الصوت فی مخرجہ انحصارا تاما
فلا یجری جریا سہلا یسمی شدیدا واما اذا اجری الصوت جریانا تاما ولا ینحصر اصلا یسمی رخوۃ ۔
اس عبارت سے ثابت ہوگیا کہ مہموس من حیث ہو مہموس میں نفس بلا صوت یعنی غیر مسموع کا جریان
ہوتا ہے اور فلا یجری جریانا سہلا سے شدیدہ میں جریان صوت ضعیف کی بھی نفی ہوگئی ۔ جب
تعارض ہوا تو امام جزری اور ملا علی قاری کے مقابل میں جہد المقل کے قول کا اعتبار نہ کیا جاوے گا ۔
علاوہ اس کے جہد المقل کی عبارت میں کاف تاء متحرک مراد ہے یا ساکن یا مطلقا ۔ محرک مراد
ہو ہی نہیں سکتی ۔ اول تو خود جہد المقل کی عبارت صفہ ۶ میں حاصلہ انہما ناقصان عند تحریک الحروف

اس کے معارض ہے۔ ثانیاً یہ کہ حرکت خود انفتاح مخرج سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر ثم ینفتح کے کوئی معنی
نہیں بنتے۔ پھر ثم کا لفظ تعقیب و تراخی کے لیے ہے اس سے لامحالہ ایک صوت پیدا ہوگی۔ جو کہ
نشر و منح سے غیر جائز ثابت ہوچکی ہے۔ ثالثاً۔ یہ کہ اس عبارت سے تجزی حروف کی لازم آتی ہے
کیونکہ احتباس الصوت والنفس کے بعد جریان صوت ضعیف مع نفس کثیر کے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اول کا
حصہ قوی، دوسرا حصہ ضعیف اداء ہوا۔ اور تجزی حروف کی ممتنع ہے۔ کیونکہ حروف غیر قار ہیں بقاء
ان کو ہے ہی نہیں اور یا تکرار کاف و تا کا لازم آتا ہے۔ اول ساکن ثانی متحرک۔ اس واسطے کہ احتباس
صوت و نفس کے لیے پہلے الصاق جسمین ہونا چاہیے اور اس حالت سے ایک کاف و تاء ساکن اداء ہوگا۔
اور ثم ینفتح مع صوت ضعیف و یجری نفس کثیر پر عمل کرنے سے ایک کاف و تاء ضعیف اداء ہونا چاہیے
کیونکہ انفتاح جسمین مع صوت کے ہو تو اس کو حرکت پیدا ہوتی ہے۔ اور تکرار کاف و تاء کا متحرک کی
حالت میں عقلاً و نقلاً غیر جائز ہے۔ پھر اب یہ کاف تاء ضعیف جو اداء ہوا ہے آخر کو کاف و تاء
ہے۔ اس کا بھی پہلا حصہ شدید ہونا چاہیے۔ اب تسلسل لازم آئے گا۔ اور صوت ضعیف مع نفس کثیر کے
اداء کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ یہ بھی باطل و محال ہے۔ تو اب ان وجوہ سے متحرک کاف و تاء
مراد نہیں لے سکتے۔ بلکہ مراد جہد المقل کی اس عبارت سے واما الشدید المهموس الخ کاف تاء ساکن
ہے کیونکہ متحرک کی جریان کی خود جہد المقل نے صفحہ ۶۰ میں نفی کر دی ہے۔ اور قلقلہ کی بحث صفحہ ۶۶ میں
لکھا ہے وینبغی ان تقیید الصوت الزائد بکونہ قویا جهریا یخرج الصوت الزائد الحادث فی مخرج الکاف
والتا بعد ضغط المخرج وحصول الحرف فیہ لانہ صوت ہمس ضعیف جار والقلقلة صوت قوی آنی غیر جار و
بالجملة ان الحروف القلقلة صوتان صوت ذاتة وهو آنی وصوت قلقلة وهو آنی ایضا۔ وکذا الشدید
المهموس صوتان صوت ذاتة وهو آنی وصوت ہمس وهو زمانی۔ فعلم بعد والکاف والتاء من
حروف القلقلة مع ان فیهما صوتا زائد احدث عند انفتاح مخرجیهما لان ذلک الصوت یلابس جری
النفس فهو صوت ہمس ضعیف۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ کاف و تاء ساکن مراد ہے۔ مگر
اس پر بھی تجزی یا تکرار کا اعتراض وارد ہوتا ہے۔ یا ساکن کاف و تاء مشدد و متحرک اداء ہو۔ حاصل یہ ہے
کہ جہد المقل کی عبارت کے مطابق اگر تلفظ کیا جاوے تو کاف و تاء کے بعد صوت جاری رکھنا چاہیے۔
اب اگر یہ صوت کسی حرف کی ہے تو زیادت فی القرآن لازم آئے گی اور اگر صوت مسموع غیر حرفی ہے
تو اس کا عدم جواز نشر سے معلوم ہوگیا۔ اور یہ کہ یہ اداء اعاجم کی ہے۔ اب حکم یہ ہے کہ اگر صوت حرفی
پیدا ہو تو لحن جلی ہوگا اور اگر غیر حرفی ہے تو لحن خفی ہوگا اور اگر جری صوت کا وہم شبہ ہو تو یہ

اداء مطابق محققین کی ہے اور یہی ہونا چاہیے۔ اور غالباً یہی مراد جہد المقل کی ہوگی۔ لہذا اکثر جگہ ان کے کلام کی تاویل کرنی پڑے گی۔ اور یا یہ کہا جائے کہ ان پر عجمیت غالب ہے۔ فقط۔

لہذا جو کچھ ذہن ناقص میں آیا ہے لکھ دیا۔ قاری صدیق صاحب کی اداء کا حال مجھے معلوم نہیں البتہ سائل طالبعلم کے کلام سے جو حالت اداء کی معلوم ہوتی ہے تو اس اداء کی جہد المقل سے تائید ہوتی ہے اور النشر فی القراءت العشر اور منح سے تغلیط ہوتی مگر غایت ما فی الباب لحن خفی ہوگا۔ البتہ جو منیٰ سوال میں اداء ظاہر کی یعنی سکتہ اور ہائے ہوز مسموع ہونا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا۔ اب آئندہ جیسی حضور کی رائے ہو مطلع کیا جاؤں۔ فقط۔ عبد الرحمٰن عفی عنہ۔

(یہ قاری صدیق خراسانی تھے)

منقول از بیاضِ حضرت قاری ضیاء الدین احمد علیہ الرحمہ (م ۱۳۷۵ھ)

باب اول - در ماہیت رسم خط - تہ نشین ذہن کالنقش فی الحجر باد کہ فی نفس الامر اہم و مقدم کہ بر ہمہ است علم رسم الخط قرآنی ست از جہت آنکہ تلاوت و کتابتِ قرآن کہ از اعاظم عبادتست و افاخم قربات در فضیلت و اجرِ آں از نصوص ثابت است موقوف بر صحیح نوشتن و خواندن قرآنست - پس کاتباں را اتباعِ رسم الخط مصحف امام کہ عبارت از مصحف عثمانی است بر خود واجب باید شمرد تا اجر بے فساد حاصل آید و کاتب بے رسم الخط گنہگار می شود بنا بر خلاف اجماع صحابۂ کرام رض - زیرا کہ مخالفتِ اجماع بالاتفاق نزدِ جمیع اہل حق حرام ست - و در اتقان آوردہ کہ قال الامام احمد یحرم مخالفۃ خط مصحف عثمان فی واوٍ او یاءٍ او الفٍ او غیر ذلک - و در الفتاح آوردہ کہ یکرہ قرءۃ القرآن من المصحف الذی یخالف خط زید بن ثابت و اتفاق ست علماء را - بر ایں کہ ترتیب آیات بسور و تقرر سور از ان حضرت علیہ الصلوٰۃ بودہ است - چنانچہ در عرضہ اخیرہ حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام با حضرت جبرئیل بہمیں ترتیب قرات فرمودہ اند کہ علیکم بالعرضۃ الاخیرۃ یعنی شما لازم گیرید دفع آخر را و اگر اعتقاد کند کہ بر اں طریق نباید نوشت خطا لقلم اولین کردہ باشد چونکہ بر لوح محفوظ بہمیں طریق ثبت شدہ و نیز بجانب صحابہ کرام خطا واقع وہم زیادتی و کمی در الفاظ قرآن در بے رسم نوشتن لازم می آید و ایں ہمہ قریب بکفر می انجامد - نعوذ باللہ منہا - و بسبب کمی و زیادتی کاتب بے رسم در وعید حدیث کہ فرمودہ کہ الزائد فی کتاب اللہ والناقص منہ یلعون - چنانچہ از اکثر کلمات واضح می شود مثل شرکؤا و شفعؤا کہ بواو و الف اند بے واو و الف شرکاء و شفعاء نویسند - و دیگر مشکل تر و لازم تر آنکہ امام عاصم صاحب در وقف کردن تابع رسم الخط اند - خصوصاً حفص رحمۃ اللہ علیہ کہ قرءتِ شاں دریں دیار متلو است دریں باب تابع اوست - پس قاری را اتباع آں لازم و واجب ست و امثالِ ایں وقف نوشتن بطول می انجامد - مگر یک دو لفظ بطریق تنبیہ نوشتہ می شود از اں جملہ تاءِ تانیث متحرکہ را در جائے کہ بتاء دراز مکتوب است بہ ہا وقف می کند و در لفظ کاَیِّن کہ تنوین وے مرسوم بنون است - پس بنون وقف می کند - و امام ابوعمرو بحذف آں - و علی ہذا القیاس و بالفعل فی زماننا کاتب و مصحف صاحب رسم الخط بسیار کمیاب است و اکثر ازیں امر غافل اند - ایں خاکسار ذرۂ بے مقدار ایں امر را اہم مقصد دانستہ بطریق اختصار و حسبِ گنجایش ایں اوراق بطریقِ جدول کہ در آنہا اختصار بسیار متصور ست ثبت نمودہ - اگر احاطہ

همه آنها خواهند پس رجوع بقصیدهٔ رائیهٔ شیخ شاطبی و کتاب مقنع باید فرمود۔

قواعد کلیه رسم خط ۔ قاعده ۱۔ هر کلمه که جمع مذکر سالم مرفوع بود مثل الظلمون، و علمون و صدقون و مانند آن و یا مجرور مثل العلمین و غلبین و صدقین و مانند آن۔ پس اگر کثیر الدور ست یعنی در تمام قرآن شریف سه جا یا زیاده ازاں باشد همه جا بے الف موصول مرسوم ست و اگر قلیل الدور ست یعنی در تمام مصحف از دو جا زیاده نیامده باشد بالف و مقطوع نویسند مثل کلمه ماکرین، راکبین و مانند آن۔

قاعده ۲ کلمه جمع اگر مشدد باشد مثل ضالین و حاجونی، یا مهموز بود مثل السائلین و قائلین بالف مقطوع خواهد بود اگرچه کثیر الدور است۔

قاعده ۳۔ حذف الف می شود بکلمات وقتیکه متصل بخطاب یا ضمیر شوند۔ مثل الجبنکم و ملکنکم و اتینهم و فرشنها و آتینها و مثل آں۔

قاعده ۴۔ کلمه اِن از کلمه مابعد خود همه جا جدا است۔ مثل ان کنتم، و اِن یشاء و اِن هم و ان کالوا و اِن کان۔ و مانند اینها۔

قاعده ۵ یاَیُّها بحذف الف ست در تمام قرآن مجید۔ مانند آں هر منادی که باشد۔ مثل یآدم و یقوم و یابت و یبنی و یموسی و یعیسی و مانند آنها۔

قاعده ۶ کلمه الذی، الذین، والذان و التی، والیل، والّئ و مثل اینها بیک لام اند۔ لام دوم نوشتن غلطی ست۔ و کلمه هم اللّعنون بدو لام ست و بے الف ست۔ اگرچه قلیل الدور ست و همچنین کلمات واللّعنین، و اللّلؤ، و اللؤلو، و اللات، و اللوامه۔ با ثباتِ لامین اند باتفاق۔

قاعده ۷ کلمه جمع مؤنث بیک الف باشد یا بدو محذوف الالف اند۔ یعنی موصول مثل مومنٰت و جنّٰت و قٰنتٰت والعٰدیٰت، والصّٰفّٰت و سٰبحٰت و ثیّبٰت و مانند اینها۔

قاعده ۸ کلمه انهار و هٰذا و هٰانتم و هٰؤلاء و هٰذان و هٰذین و مانند اینها همه محذوف الالف اند همه جا۔

قاعده ۹ کلمه یستحیٖ و یحییٖ، و مانند آں در کتابت بیک یا و در قرات بدو یا و علامت یاء دوم بسرخی باید نوشت و بعضے کسرهٔ خنجری نویسند۔ مادامیکه متصل بضمیر نشوند و وقتیکه متصل بضمیر شوند بدو یا باشند مثل یحییکم و یحییها۔

قاعده ۱۰ کلمه بِالبیّنٰت الف وصل با باد پیوسته دارد و الف دوم نوشتن غلطی ست و در مثل این مانند بالباطل و بالحق و بالرسل و بالکتب و بالزبر و غیر آں۔

قاعده ۱۱ کلمه صلوٰة و زکوٰة و حیٰوة و مشکوٰة و منوٰة بالواو اند مالم تضیف و اگر مضاف بچیزے باشند

بے واو خواہند بود مثل صلوتهم و صلوتک و حیاتکم و حیاتی و صلاتی وغیر آں ۔

قاعدہ ۱۲ النبیین و نبیین و حوارین و مانند اینها در کتب بیک یا و در قرءت بدو یا اند و حکم اینها مثل کلمہ یحیی ست یگر کلمہ اثنیین و علیین و سنین کہ بدو یا اند ۔

قاعدہ ۱۳ الفیکہ بعد نون ضمیر جمع متکلم کہ وسط کلمہ بود محذوف ست در تمام جا مثل جعلنٰه و جعلنٰکم و ارسلنٰک و ارسلنٰهم ۔ و مانند آں ۔

قاعدہ ۱۴ کلمہ سیئة و خطیئة ہمہ جا بدو یا ست و ہمزہ بر یائے ثانی ۔ و لفظ اسرائیل و جبرئیل بیای واحد و ہمہ بصورت ہمہ جا ۔

قاعدہ ۱۵ کلمہ ایٰتنا و قیٰمة و بینٰت و آتینٰه و اصحٰب و یعلمٰن و خصمٰن و مسٰجد و تلاوته و یتضٰعف و مانند اینها محذوف الالف اند ۔

قاعدہ ۱۶ ۔ کلمہ بئس و بئسما و لبئس و بئسما و کلمہ یومئذ ہمزہ بر یا دارند ۔

قاعدہ ۱۷ ۔ کلمہ لیسئل و لیسئلوا و فاسئلوا و السئل ہمہ یا در تمام جا موصول و ہمزہ بصورت بالا دارند یعنی بغیر یا ۔

قاعدہ ۱۸ ۔ کلمہ یدعوا و ادعوا و یرجوا و یتلوا و سائلوا و اشکوا و لیربوا ہر جا بیاید بواو و الف باشند با آنکہ صیغہ واحد اند ۔ غیر از یعفو عنهم کہ در سورہ نساء بے الف ست ۔

قاعدہ ۱۹ کلمہ جاءو و باءو ہر جا کہ باشند بے الف ست و کلمہ فاءو در بقرہ و سعو در سبا و عتو در فرقان و تبوء و در حشر ہم بے الف اند ۔ مگر در مصاحف الف سرخ نویسند علامت نابودی الف ۔

قاعدہ ۲۰ کلمہ اولو ہر جا کہ باشد بواو ست و کلمہ ذو ہمہ جا بے الف ست و در مقنع و در بعضی کتب آوردہ کہ کلمہ ذوا با الف ست ۔ ہمہ مگر در شش ۶ جا ۔ در سورہ یوسف و مومن و حم سجدہ دو جا و در جمعہ و بروج بے الف ست ۔

قاعدہ ۲۱ لام جارہ در چهار ۴ موضع جدا مکتوب ست در سورہ نساء فمال هؤلاء و در کهف مال هذا و در فرقان مال هذا الرسول و در معارج فمال الذین ۔

قاعدہ ۲۲ کلمہ داؤد و یلوٗن و غاوٗن و لیستوٗن و مانند اینها مکتوب بیک واو اند و ملفوظ بدو ۲ واو ۔ و لهذا واو دوم بسرخی نویسند ۔

قاعدہ ۲۳ کلمہ اولیٰئهم موصول و ہمزہ بصورت بالا مگر زیر آں واو سرخ نویسند ۔ در تمام قرآن شریف

۳ جاست - در سوره بقره و انعام و در احزاب، و دیگر همه جا اولیاؤهم و اولیاؤهم مقطوع و همزه بصورت یعنی مرکز دار خواهد بود -

قاعده ۲۴ - کلمه ایۃ در ۳ موضع بغیر از الف مکتوب ست - یکے در توبه، دویم در زخرف - سوم در رحمن جل و [illegible] -

قاعده ۲۵ - لفظ انا مکتوب ست بالف و ملفوظ بے الف الا بقرءت امام نافع - و بهمین معنی لکنا در سوره کهف مرسوم بالف ست و ملفوظ بے الف - جهت آنکه اصل وے لکن انا بود -

قاعده ۲۶ - در رسم خط حذف الف کرده می شود از اسماء عجمیه مثل ابراهیم و اسحق و اسمعیل و هرون و لقمن و عمران و سلیمن - و حذف یا ابراهیم در رسم خاصه در سوره بقره است -

قاعده ۲۷ - کلمه ظلمت موصول بحذف الف همه جا و همچنین الفے که بعد لام در هر کلمه باشد - مثل خلق و سلم و کلم و سلم و علم - و مانند اینها محذوف الالف اند - لفظ کلام مختلف فیه است مگر در فتحنا بالاتفاق بے الف -

قواعد کل الفاظ مهموز

قاعده ۱ - همزه اگر ساکن ست در وسط کلمه یا آخر آن واقع شود پس اگر ماقبل او فتح ست بصورت الف مرسوم بود - مثل یأمر و یألمون و مانند آن - و اگر مضموم ست بصورت واو مرسوم ست - مثل مؤمنون و یؤفکون و مانند آن - و اگر مکسور ست بصورت یا مرسوم ست - مثل جئت و شئت و نبئهم - و این همزه را باصورت گویند -

قاعده ۲ - و اگر همزه متحرک در اول و اوسط و آخر کلمه واقع شود - پس در اول کلمه همه جا بصورت الف مرسوم بود متحرک بهر حرکت که باشد - مثل ابراهیم و امرهم و الو و همچنین ست اگر ماقبل آن حرفے زاید متصل باشد مثل بای و لاته و لابراهیم -

قاعده ۳ - و چونکه دو همزه جمع شوند مثل ءانتم و هر دو مفتوح باشد اول بصورت و دویم با صورت الف خواهد بود و اگر اول مفتوح دویم مکسور بود - مثل ءانا و ءاذا و مانند آن - نیز بدستور اول ست مگر ائنکم و ائمة هر جا که باشند و ائنک و ائنا لتارکو و ائفکا هر ۳ در صفت و ائنا لمخرجون در نمل و ائذا در واقعه و ائن در شعرا و لیس کردیها

همزهٔ اول بصورت الف و دوم بصورت یا مرسوم باشد و بعضے محققان گفته اند که همزه را
زیر یا باید نوشت - مثل أئِنّا و أئِذا -
قاعده ۴ - واگر اول مفتوح و ثانی مضموم بود مثل أؤُنبّئکم و أؤُنزل - پس اول بصورت الف و دوم
بر واو ست - مگر کلمهٔ أؤُلقی در سوره قمر که اول همزه بے صورت و دوم بصورت الف -
قاعده ۵ - اما همزه متحرک که در وسط کلمه باشد از دو حال خالی نیست که ماقبل آن ساکن
است یا متحرک - پس اگر ماقبلش ساکن غیر الف ست مثل یسئل و جزء و الافئدہ
و الموءدہ همزه بے صورت باشد متحرک به حرکت که بود - واگر ماقبل آن ساکن
بالف بود مثل الغائط و جزاؤکم همزهٔ مکسوره بصورت یاء و مضموم بصورت واو باشد
و همزهٔ مفتوح تا هم بے صورت بود مثل نداء و غثاء و مانند آن - ولکن بعد همزهٔ منصوبه الف
سرخ باید نوشت تا معلوم شود که متوسط ست و ابناءنا و جاءنا مثل ابناها همین حکم دارد که
همزه بے صورت دارد -
قاعده ۶ - واگر ماقبل همزهٔ متحرک حرف متحرک بود حرکات همزه در حرکات ماقبل نه انواع
می شود ازان جمله در مثل سأل و رأى و شنأن که همزه مفتوح بود حرف مفتوح ست همزه
بصورت الف باشد - و در مثل سئل و شاطئ و بئس که همزه مکسور ماقبلش ضمه یا
کسره یا فتحه باشد همزه بصورت یاء مرسوم ست و در مثل یذرؤکم و ان امرؤکم همزهٔ مضمومه
بعد حرف مفتوح یا مضموم باشد همزه بصورت واو ست و در مثل أؤنبئکم همزهٔ مضمومه
بعد حرف مکسوره بعد همزه بصورت یا و در مثل موطئاً و شانئک که همزه مفتوح بعد حرف
مکسوره باشد همزه صورت یا دارد و در مثل بسؤال و مؤجلا که همزهٔ مفتوحه بعد حرف مضموم بود
بصورت واو مرسوم ست - و در هر کلمه که بعد همزه الف بود مثل آمن و تبوءا و رءا
همزه بصورت الف باشد واگر بعد همزه مکسوره یاء ساکن بود نحو خاسئین و خاطئین و
اسرائیل و ورائی همزه بے صورت ست و نیز در مثل مستهزءون و صابءون و متکءون
و مالءون و [illegible] یذرءون و جاءو همزه بے صورت ست -
قاعده ۷ - واگر همزهٔ متحرکه که در آخر کلمه بعد حرف متحرکه به حرکت باشد بر حسب حرکت ماقبل آن مرسوم ست -
پس در مثل مبرأ و شاطئ و الملأ که همزه مفتوحه و مضمومه و مکسوره بعد حرف مفتوح ست بصورت الف باشد

و در مثل قرئ و شاطئ و یبدئ که همزه مفتوحه و مضمومه و مکسوره که بعد حرکت مکسور ست بصورت یاء باشد

و در مثل امرؤ و لؤلؤ و لؤلؤا که همزه مضمومه و مکسوره و مفتوحه بعد حرف مضموم ست بصورت واو باشد

قاعده ۸ ـ و اگر ماقبل همزه متحرکه در آخر کلمه حرف ساکن بود مثل الخبء و المرء و دفء و الشیء

و قرء و الماء و شاء و بلاء الارض در آل عمران و مانند اینها همه جا بے صورت خواهد بود ـ

اینست کلیه رسم کلمات مهموزه ـ فافهم ـ والله اعلم بالصواب ـ

قاعده دیگر ـ چند فعلهاست که لام کلمه از انها افتاده است بجهت اجتماع ساکنین و در کتابت

هم نیست ـ در سوره اسریٰ ویدع الانسان و در شوریٰ یمح الله و در قمر یدع الداع و در علق

سندع الزبانیه و در یونس ننج المومنین و در هود حذف لام فعل کرده اند با آنکه اجتماع ساکنین

نیست در کلمه یوم یأت ـ

قاعده دیگر ـ کلماتیکه مرسوم بالف زیاده اند در آل عمران لاانفضوا و لاالی الله و لااتبعناکم

و در سوره کهف لشایء و در انعام من نبای و در براءة لااتبعوک و لااوضعوا و در حشر

لاانتم ـ

قاعده دیگر ـ کلماتیکه اواخر آنها مرسوم بیاست یعنی مرکز همزه یاء ست در انعام من نبائ

و در یونس من تلقائ نفسی و در نحل ایتائ ذی و در طٰه من آنائ الیل و در شوریٰ

من ورائ حجاب و در حشر الباری و غیر اینها مرسوم بهمزه فقط اند بغیر یاء ـ

قاعده دیگر ـ ذوات الواو و ذوات الیاء را ذکر می‌کنم یعنی الفاظ که منقلب بواو از واو و

یاء باشد ـ و ذوات الواو بر دو نوع ست ـ اوّل آنکه بالف مکتوب ست مثل دعا و عفا و

تلا و علا ـ دویم آنکه مرسوم بیاست در ۹ کلمه ـ ضحی و ضحٰها و تقوی و دحٰها و تلٰها و

طحٰها و سجی و زکی ، او ادنی ـ و ذوات الیاء نیز دو نوع ست ـ اول آنکه مرسوم بیاست

مانند وحی و اتی و اشتری ـ دویم بالف اند در هفت موضع ـ در سوره ابراهیم من عصانی

و در اسریٰ الی الاقصی و در حج من تولاه و در قصص اقصا و در یٰس من اقصا و

در فتح سیماهم و در نازعات طغا و بعضی در طٰه طغا را هم گفته اند ـ

قاعده ـ لاأملئن ـ لام دویم با نون پیوسته و همزه بے صورت پیش لام و در تمام قرآن و من یقول

ائذن لی مقطوع بزیادة الالف و همزه و کلمه الظنونا ، السبیلا و الرسولا هر ۳ باثبات الف و

در احزاب و با لورا دة فقط دوجا بواو در سوره انعام و کهف - دیگر آنکه در لاالف، الفهم
بیا خوانند و بے یا در رسم ست مگر سرخ نویسند —

اے اے آر پرنٹنگ پریس
کھوکھر محلّہ، حیدرآباد سندھ
Ph: 780728 - 782426 Fax: 782427